حیاتِ حضرت شیروانی رحمۃ اللہ علیہ
شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ
حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
خانقاہ امدادیہ اشرفیہ : گلشنِ اقبال کراچی

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ

حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسبِ ہدایت وارشاد

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے
بہ اُمیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

محبت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف و تالیفات

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

ضروری تفصیل

کتاب کا نام : حیاتِ حضرت شیر وانی رحمۃ اللہ علیہ

مؤلف : عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخِ اشاعت : ۲۴/ ذیقعدہ ۱۴۳۶ھ مطابق ۹/ ستمبر ۲۰۱۵ء، بروز بدھ

زیرِ اہتمام : شعبہ نشر واشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی

پوسٹ بکس:11182 رابطہ:+92.21.34972080، +92.316.7771051

ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com

ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک نمبر ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی اپنی زیرِ نگرانی شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شایع کردہ تمام کتابوں کی ان کی طرف منسوب ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی تحریری اجازت کے بغیر شایع ہونے والی کسی بھی تحریر کے مستند اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے کی ذمہ داری خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی نہیں۔

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل

نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

ناظم شعبۂ نشر واشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

حضرت محمد حبیب الحسن خان صاحب شیر وانی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۳۳۳؁ھ، ۴ فروری ۱۹۱۴؁ء .... ۱۳۹۳؁ھ، ۲۶ مارچ ۱۹۷۳؁ء)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مقدمہ

احقر محمد اختر عفا اللہ عنہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کا بزبان ہر بُن مو شکر گزار ہے کہ اس نے محض اپنے فضل سے مجھے اپنے ایک ہمدم دیرینہ رفیق وحبیب فی اللہ جناب محمد حبیب الحسن خاں شیر وانی رحمۃ اللہ علیہ (ڈھولنہ) کی مختصر سوانح حیات لکھنے کی توفیق بخشی۔ موصوف ہمارے حضرت مرشدنا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے اور احقر کے ساتھ نہایت درجہ یارانہ اور دوستانہ تعلق رکھتے تھے۔

ہمارے مشایخ و اکابر کے نزدیک حضرت شیر وانی رحمۃ اللہ علیہ صاحب نسبت بزرگ تھے۔ احقر نے بھی موصوف کے والہانہ ذکر و شغل اور شب خیزی و تہجد گزاری اور مناجات میں گریہ وزاری اور ان کے تعلق مع اللہ کی دولت کے آثار وعلامات کا ایک زمانۂ دراز مشاہدہ کیا ہے۔ اب بھی تنہائیوں میں بے ساختہ ان کی یاد سے دل تڑپ جاتا ہے۔ حق تعالیٰ اپنی رحمت سے جنت میں ہم سب کو دولتِ رفاقت سے نوازیں۔ آمین۔

یہ رسالہ اس نیت سے لکھ رہا ہوں کہ اس کے مطالعے سے حق تعالیٰ اپنے جتنے بندوں کو محض اپنے فضل و کرم سے اپنی ہدایت کے انوار سے منور فرمائیں، ان سب کا ثواب

بطورِ صدقۂ جاریہ حضرت شیروانی رحمۃ اللہ علیہ کی روح کو تا ابد پہنچتا رہے اور ان کی وہ صالحانہ حیات جو دوسروں کے لیے بھی درسِ عبرت تھی مُرورِ زمانہ سے فراموش نہ کی جاسکے۔ اللہ تعالیٰ قبول ونافع فرمائیں۔ آمین

یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ بِحَقِّ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

العارض محمد اختر عفی عنہٗ

ناظم آباد کراچی۔ یکم رجب ۱۳۹۸ھ

منتخب اشعار احقر اختر عفی عنہٗ

ایسی صورت جو مجھے آپ سے غافل کردے
اے خدا اس سے بہت دور مرا دل کردے
ہر قدم پہ تو مرے ساتھ ہی منزل کردے
اپنی رحمت سے تو طوفان کو ساحل کردے
جو مرے دردِ محبت کو بھی کامل کردے
اے خدا دل پہ مرے فضل وہ نازل کردے

اللہ والوں سے تعلق کا فیضان

مجھے سہل ہوگئیں منزلیں کہ ہوا کے رخ بھی بدل گئے
تیرا ہاتھ ہاتھ میں آ گیا تو چراغ راہ کے جل گئے

نوٹ: یہ شعر حضرت شیروانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھ کر بھیجا تھا۔

منظوم افِتتاحیہ

(از مؤلف عفی عنہٗ)

اے حَسَنؒ اے صاحبِ حُسن و جمال
ظاہر و باطن تھا تیرا با کمال

رات دن تجھ کو تھا سنت کا خیال
ہر بُنِ مو غرق ذکر و ذوالجلال

مانگتا تھا دیر تک رب سے دعا
ہاتھ اُٹھا اور اشک بھی جاری ہوا

کیا کہوں میں تیری وہ شانِ گدا
گریہ و زاری سے تیری وہ دُعا

زندگی کو یوں بَسَر تو نے کیا
رونما تجھ سے تھی شانِ اولیا

نشۂ دولت سے تو سالم رہا
بلکہ مسکینوں کا تو خادم رہا

باعثِ عبرت ہے تیری نیک شاں
زندگی تیری ہے فخر خانداں

یاد کرکے تیری ہر اک خوبیاں
فخر تجھ پہ کرتے ہیں شیروانیاں

ایسی صورت ایسی سیرت تھی تری
تھی ہزاروں میں بھی تیری برتری

اہلِ زر تو زر ہی سے واقف ہوئے
تم خدائے زر کے بھی عارف ہوئے

تو ہے غیرت مال داروں کے لیے
اور سب سرمایہ داروں کے لیے

اے حَسَن تو آبروئے قوم تھا
اے حسن تو رہنمائے قوم تھا

فیض شاہِ حافظِ عبدالولی
کیا حَسَن کو کر گیا چرخِ سنی

حضرت عبدالغنی مست خدا
اور شہہ ابرار حق دیں پیشوا

اے حَسَن تو ان بزرگوں کے طفیل
وقت کا اپنے تھا گویا اک فضیلؒ

کیمیائے صحبتے با اولیاء
کردیا تجھ کو سراپا با خدا

زندگی سنت پہ قرباں کر گیا
کافروں کو بھی مسلماں کرگیا

ہے جدائی شاق اخترؔ پہ تری
پر رضائے حق پہ قرباں جاں مری

❁❁❁❁

جس کو استغفار کی توفیق حاصل ہوگئی
پھر نہیں جائز یہ کہنا کہ وہ بخشیدہ نہیں
اخترؔ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حصہ اوّل

حیاتِ شیر وانی رحمۃ اللہ علیہ

احقر محمد اختر عفا اللہ عنہ عرض کرتا ہے کہ ہمارے محبوب دوست و رفیقِ قدیم رئیس ڈھولنہ، مگر مردِ فقیر جناب محمد حبیب الحسن خاں شیر وانی کا اس ناکارہ سے جو تعلق تھا، اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ ان کی سوانح حیات پر مشتمل کوئی رسالہ حضرت مرحوم کے انتقال کے بعد ہی طبع ہو جاتا، لیکن احقر کی گوناگوں مصروفیات اب تک مانع رہیں۔ بالآخر حق تعالیٰ کی توفیق سے اس رسالے کی تسوید شروع کر رہا ہوں۔

حضرت شیر وانی مرحوم کے انگریزی خواں اور رئیس ہونے کے باوجود سنت و شریعت پر ان کی تمام عمر استقامت، ان کے تمام خاندان کے لیے باعثِ عبرت ہے اور حضرت شیر وانی رحمۃ اللہ علیہ کے اندر یہ تبدیلی اور یہ تعلق مع اللہ کی دولت کس راہ سے اور کیوں کر ہاتھ لگی اس کی تفصیل سے ان کے پسماندگان اور خاندان کے لیے خصوصاً اور عام امت کے لیے عموماً اللہ تعالیٰ اس رسالے کو ایک چراغ راہ نما کی حیثیت عطا فرمائیں، آمین۔

اس عشق کی دولت کو طلب کر کے تو دیکھو
سینوں سے اہلِ درد کے ملتی ہے آج بھی
(اخترؔ)

یہ ملتی ہے خدا کے عاشقوں سے
دعاؤں سے اور ان کی صحبتوں سے

اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کی محبت اور صحبت اور خدمت اور اتباعِ سنت کی برکت سے ریاست کے ساتھ ولایت جمع کرنے کا نمونہ بھی ظاہر فرماتے رہتے ہیں اور جو حدیثِ پاک میں ہے کہ مال داری مضر نہیں اُس کے لیے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، اس کا مشاہدہ شیر وانی مرحوم کی زندگی

کے ہر شعبہ میں بدرجۂ اتم کیا جاتا ہے۔ سر سے پاؤں تک وہ شاہِ طریقت و عاملِ شریعت و سنت معلوم ہوتے تھے۔ سر پر چو گوشیہ کُلاہ، لانبا کرتا، عربی پائجامہ ٹخنے کھلے ہوئے، جیبی گھڑی صدری میں یا کُرتے میں۔ داڑھی ایک مشت، لبوں کے بال بمطابق سنت و شریعت قینچی سے برابر کیے ہوئے، شاندار قد و قامت۔ ریل کے سفر میں جس ڈبّے میں داخل ہوتے تھے، ہر مسافر یہ سمجھنے پر مجبور ہوتا تھا کہ کوئی شیخِ کامل بڑے مولانا اور بزرگ تشریف لارہے ہیں۔ حق تعالیٰ نے حضرت شیر وانی رحمۃ اللہ علیہ کو باطنی دولت کے ساتھ ظاہری صورت بھی نہایت جاذبِ نظر بخشی تھی۔ جب پھولپور حضرت اقدس شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں حاضر ہوتے تھے اور کسی ضرورت سے احقر کے ساتھ بازار جاتے، تو مسلمان و ہندو سب اپنی دوکانوں سے محوِ حیرت سے دیکھنے لگتے کہ یہ کون فرشتہ صورت انسان جارہا ہے! بلند قد و قامت سے بھی ماشاء اللہ افغانی ہونے پر شہادت پیش کرتے تھے اور جب خاکی کُرتے پائجامے اور خاکی ٹوپی میں پستول لگاکر گھوڑے پر بیٹھ کر کبھی شکار کے لیے چلتے، تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی بادشاہ مغلیہ خاندان کا جارہا ہے۔

حق سبحانہٗ تعالیٰ کے فضل سے مرحوم گو فاضلِ درسیات نہ تھے، مگر فارسی زبان میں کافی مہارت رکھتے تھے اور عربی سے بھی کافی مناسبت رکھتے تھے اور بوقتِ ضرورت بعض مساجد میں وعظ بھی عالمانہ انداز سے بیان فرماتے تھے۔ انتظامی شان بھی خوب تھی۔ ذاکر شاغل، شب خیز تھے۔ دعاؤں میں اکثر گریہ طاری ہوجاتا تھا۔ نہایت متواضع تھے۔ اپنی ریاست کے دھوبی، حجام اور غریب ملازمین کے بچوں کو گود میں لے کر پیار کرتے حالاں کہ ان کے کپڑے میلے ہوتے، لیکن اس کا مطلق خیال نہ فرماتے۔ بعض دفعہ احقر نے دیکھا کہ ان غریبوں کے بچوں کے ناخن تراش رہے ہیں، نہایت مہمان نواز تھے اور اپنے دستر خوان پر اہل خاندان اور علماء و صلحا کے حریص تھے۔ یتیموں، بیواؤں اور مدارسِ دینیہ کی خدمت بھی خوب کرتے تھے۔ مساکین اور غرباء سے محبت رکھتے تھے۔ اپنے آخری سفر کراچی میں اپنے رئیس رشتہ داروں اور سوسائٹی کے بنگلوں میں قیام پسند نہ فرمایا اور احقر کے غریب خانے پر قیام کرنا پسند فرمایا۔ اسی زمانے میں کبھی کبھی تو زمین پر محض ایک دیہات کے بُنے ہوئے کمبل پر رات گزار دیتے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ریاست اور دولت سب قلب کے باہر ہے اور قلب حق تعالیٰ کی عظمت و محبت کی دولت لازوال سے معمور ہے، جس نے کائنات کی فانی جاہ و منزلت کو نگاہوں سے مطلق گرادیا۔

دنیا کی لذّتوں میں بھی یہ باخدا رہے
یہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جُدا رہے

واقعی جب قلب میں اللہ تعالیٰ کی معرفت و محبت کا نور داخل ہوتا ہے، تو یہی حالت ہوتی ہے اور بندہ بزبانِ حال پکار اٹھتا ہے۔

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑگئی لو شمع محفل کی
پتنگوں کے عوض اُڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

جو دل جلوہ گاہِ حق ہوتا ہے اور تجلیاتِ قرب کے آثار سے فائز المرام ہوتا ہے وہ کیسا خوش خرام، خوش انجام اور خوش مقام ہوتا ہے۔ حضرت مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بس اک بجلی سی پہلے کوندی پھر اس کے آگے خبر نہیں ہے
مگر جو پہلو کو دیکھتا ہوں تو دل نہیں ہے جگر نہیں ہے

کسی کے زندہ شہید ہیں ہم، نہیں یہ حسرت کہ سر نہیں ہے
ہمیں تو ہے اس سے بڑھ کے رونا کہ دل نہیں ہے جگر نہیں ہے

لبوں پہ گو ہے ہنسی بھی ہر دم اور آنکھ بھی میری تر نہیں ہے
مگر جو دل رورہا ہے پیہم کسی کو اس کی خبر نہیں ہے

آہ! یہی تعلق مع اللہ کی دولت وہ دولت ہے جس کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

دلے دارم جواہر پارۂ عشق ست تحویلش
کہ دارد زیرِ گردوں میر سامانے کہ من دارم

ترجمہ: اے لوگو! یہ ولی اللہ دہلوی اپنے سینے میں ایسا دل رکھتا ہے جس میں حق تعالیٰ کی محبت کے انمول موتی کا خزانہ ہے۔ وہ کون ہے جو آسمان کے نیچے مجھ سے زیادہ امیر اور رئیس الدولۃ ہو؟

یہ تو اللہ والوں کی دولت ہے اب اُن دنیاداروں کی حالت پر غور فرمایئے جنہوں نے اس دنیا سے ایسا دل لگایا کہ آخرت یعنی وطن کی دائمی زندگی کے لیے تیاری کی فکر کے لیے اُن

کو فرصت ہی نہ ملی یا دل ہی نہ چاہا، لیکن موت کے وقت جب ان کی روح اپنی کوٹھیوں اور بنگلوں اور اپنی پسندیدہ پریوں سے جدا ہو کر اپنے جسم نازنین کا جنازہ، جو سوٹ اور بوٹ اترا ہوا، چند گز کفن سے لپٹا ہوا بسوئے قبرستان دیکھتا ہے اور پھر چند من مٹی کے نیچے قبر کی تنہائیوں میں اسے دبا دیا جاتا ہے، تو اس وقت بزبان حال وہ جانے والا یہ شعر پڑھتا ہے۔

دبا کے قبر میں سب چل دیے دعا نہ سلام
ذرا سی دیر میں کیا ہوگیا زمانے کو

اور قبر تک پہنچانے والوں سے یوں خطاب کرتا ہے۔

شکریہ اے قبر تک پہنچانے والو ! شکریہ
اب اکیلے ہی چلے جائیں گے اس منزل سے ہم

احقر عرض کرتا ہے کہ جس کاغذ سے جس کاغذ کو ایک دن جُدا ہونا یقینی ہو اسے زیادہ گہرا گوند نہ لگانا چاہیے، ورنہ الگ ہونے میں بہت تکلیف ہوگی اور پُرزے اُڑ جائیں گے۔ پس دنیا سے ہلکا گوند لگائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ بہت آرام سے روح نکل جائے گی۔

ایک حکایت

کراچی میں تین دن سے ایک شخص کی روح نہیں نکل رہی تھی۔ سورۂ یٰسین کی تلاوت اور وظیفوں کا دم جاری تھا، لیکن تصویر جاندار کی اس کمرے میں تھی، رحمت کے فرشتوں کی آمد بند تھی، ایک نیک آدمی آئے، انہوں نے حدیث پاک سنائی کہ جاندار کی تصویر سے رحمت کے فرشتے نہیں آتے، پس تصویر کا ہٹانا تھا کہ وہ جانے والا کلمہ پڑھ کر آسانی سے چل دیا۔ یہ عبرت آموز واقعہ ہے۔ مگر دنیا کا گوند ہلکا جب ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی محبت کا گوند گہرا لگتا ہے اور یہ دولت اہل اللہ کی صحبت سے عطا ہوتی ہے، ان کی خدمت میں اخلاص کے ساتھ بار بار حاضری سے ملتی ہے۔ لیکن اہل دولت پر اُن حکامِ دنیا کے سامنے تواضع اور خاکساری آسان ہے جو سنّت کے مطابق استنجا بھی کرنے کا سلیقہ نہیں رکھتے، مگر جو دل کی سلطنت رکھتے ہیں ان اہلِ دل اور اللہ والوں کے سامنے ان کو تواضع سے عار محسوس ہوتی ہے۔

اے تواضع بُردہ پیش ابلہاں
اے تکبر کردہ تو پیش شہاں

(رومی رحمۃ اللہ علیہ)

یہ لوگ مدارس اور مساجد میں مال بھی وہیں لگائیں گے جہاں سے ان کو جاہ کی لالچ ہوتی ہے، جو ان کے دروازوں پر مثل بھکاری چکر لگاتے ہیں یا ان کی خوشامد میں ان کو عالیجاہ کے لقب سے خطاب کرتے ہیں، یہ سب بیماری اسی سبب سے ہے کہ دنیا کی محبت اور جاہ کے نشے نے ان کی عقل کو غیر سلیم اور بیمار کر دیا اور دنیا کی عارضی اور حقیر دولت میں مبتلا ہو کر تعلق مع اللہ کی عظیم دولت اور ذکرِ الٰہی کی بہارِ بے خماں کی نعمت سے اس طرح محروم ہو گئے، جس طرح کہ بقول حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ ایک انگور کے درخت کا کیڑا تمام عمر اس کے ایک ہرے پتے کو انگور سمجھ کر کھاتا رہتا ہے اور اسی برگِ سبز انگور کو وہ دنیائے انگور کی انتہائی منزل سمجھنے سے اصل انگور کی منزل سے محروم رہ کر زندگی تمام کر دیتا ہے۔ احقر جب اپنے مرشد حضرت اقدس پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں علی گڑھ حاضر ہوا تھا، تو وہاں کے رؤسا اور امراء کی خدمت میں یہ اشعار برائے حصول عبرت پیش کیے تھے۔ اُن احباب کرام نے بہت پسند فرمایا تھا۔

بہت خوشنما ہیں یہ بنگلے تمہارے
یہ گملوں کے جھرمٹ یہ رنگین نظارے
ارے جی رہے ہیں یہ کس کے سہارے
کہ مرنے سے ہو جائیں گے سب کنارے
اگر دل میں ایمانِ کامل نہیں ہے
تو دنیا سے کچھ اُن کو حاصل نہیں ہے

(اختر)

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دنیا کی حقیقت خوب بیان فرمائی ہے۔

یہ عالم عیش و عشرت کا یہ دنیا کیف و مستی کی
بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی

جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی
بس اتنی سی حقیقت ہے فریب خواب ہستی کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ بن جائے

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبد الحی صاحب عارفی دامت برکاتہم کا شعر ہے۔

عارفی زندگی افسانہ در افسانہ ہے
صرف افسانوں کے عنوان بدل جاتے ہیں

احقر مؤلف کے دو اشعار۔

آکر قضا باہوش کو بے ہوش کر گئی
ہنگامۂ حیات کو خاموش کر گئی
یہ چمن صحرا بھی ہو گا یہ خبر بلبل کو دو
تاکہ اپنی زندگی کو سوچ کر قرباں کرے

حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

آخرت کی فکر کرنی ہے ضرور
زندگی اک دن گزرنی ہے ضرور

جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور
قبر میں میت اُترنی ہے ضرور

جانے والے تو چلے جاتے ہیں، مگر نیک بندے اپنے نیک کارناموں کی برکتیں چھوڑ جاتے ہیں اور بد کردار بندے اپنی بُرائیوں کی منحوسیت چھوڑ جاتے ہیں۔

نیکواں رفتند و سنتہا بماند
و از لئیماں ظلم و لعنتہا بماند

حضرت شیر وانی مرحوم نے اہل اللہ کی جوتیاں اٹھائیں، اپنے نفس کو مٹایا، تو اللہ تعالیٰ کا نور، ذکر فکر ان کی رگ رگ میں داخل ہو گیا اور موصوف اس مقام پر فائز ہوئے کہ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی

صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت بیعت و تلقین عطا فرمائی۔ حضرت شیر وانی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر اللہ یاد آتا تھا جو کہ خاص علامت اہل اللہ ہونے کی حدیثِ پاک میں بیان کی گئی ہے۔

موصوف صاحبِ نسبت بزرگ تھے اور تعلق مع اللہ کی بلند پایہ دولت نے ان کو دنیا کی محبت کے فریب سے محفوظ کر دیا تھا اور وہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر پر مجسم شاہد عمل تھے۔

رنگ رلیوں پہ زمانے کی نہ جانا اے دل
یہ خزاں ہے جو بانداز بہار آئی ہے

اور کسی بزرگ نے فرمایا۔

جو چمن میں گزرے تو اے صبا یہ کہنا بلبل زار سے
کہ خزاں کے دن بھی ہیں سامنے نہ لگانا دل کو بہار سے

یہ جہانِ فانی جس کو خالق جہاں نے متاعِ غرور اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دارالغرور کا لقب دیا اپنے عاشقوں کو ضرور دھوکا دیتا ہے، مگر اس دھوکے کا احساس مرنے کے وقت ہوتا ہے۔

یوں تو دنیا دیکھنے میں کس قدر خوش رنگ تھی
قبر میں جاتے ہی دنیا کی حقیقت کھل گئی
(اخترؔ)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے حجرے میں یہ دو شعر بخط جلی آویزاں تھے۔

رہ کے دنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت
موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے
جو بشر آتا ہے دنیا میں یہ کہتی ہے قضا
میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے

البتہ اللہ والوں کی صحبت یافتہ اور اللہ تعالیٰ کی محبت کی لذّت آشنا روح اس دنیائے بے ثبات وبے وفا سے دھوکا نہیں کھاتی، یہ بندے دنیا میں اس طرح رہتے ہیں جس طرح کشتی اور پانی کا علاقہ ہوتا ہے، پانی پر ان کی کشتی چلتی ہے مگر پانی کو کشتی میں داخل نہیں ہونے دیتے۔

حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ دنیا اور آخرت کے اس پُرعافیت اور بے ضرر علاقہ امتزاج کے مسئلے کو اس مثال سے واضح فرماتے ہیں۔

آب اندر زیر کشتی پشتی است
آب در کشتی ہلاکِ کشتی ست

ترجمہ: کشتی کے نیچے پانی اس کی روانی کا ذریعہ ہے اور کشتی کے اندر پانی داخل ہونا اس کی بربادی اور غرقابی کا سبب ہے۔

حضرت شیروانی مرحوم نے دنیا میں اس طرح جینے کا سلیقہ اللہ والوں کی صحبت سے سیکھا اور تمام عمر اسی طرح بسر کر گئے۔ احقر کا شعر ہے کہ۔

دنیا کے مشغلوں میں بھی وہ باخدا رہے
وہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جدا رہے

حضرت شیروانی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے مال وزر کے مقابلے میں خدائے مال وزر سے زیادہ تعلق تھا، دنیا کی نعمتوں سے ان نعمتوں کے عطا کرنے والے سے زیادہ تعلق تھا اور یہی مؤمن کامل کی شان ہوتی ہے جو بدونِ صحبتِ اہل اللہ نہیں حاصل ہوتی۔ اگر خدائے زر سے تعلق ہو تو زر کی کمی کچھ مضر نہیں وہ پھر بھی حقیقی امیر ہے اور اگر زر ہے مگر خدائے زر سے تعلق حاصل نہیں یا ضعیف تعلق ہے، تو وہ بظاہر امیر ہے مگر درحقیقت محروم اور فقیر ہے۔

بخانہ زر نمی دارم فقیرم
ولے دارم خدائے زر امیرم

ترجمہ: میرے گھر میں زر نہیں ہے اس لیے بظاہر فقیر ہوں، مگر خدائے زر اپنے گھر میں رکھتا ہوں اس لیے درحقیقت امیر ہوں۔

اور فرماتے ہیں۔

چو دارم گنج وصل تو نیم محتاج گنج وزر
چو دارم اشک در ہجرت نیم محتاج گوہر را

ترجمہ: اے خدا! جب آپ کی محبت کا خزانہ ہمارے پاس ہے تو میں محتاجِ خزانہ نہیں ہوں، کیوں کہ مالکِ خزانہ ہمارے پاس ہے اور جب آپ کی یاد کے آنسو ہمارے پاس ہیں تو میں موتی کا محتاج نہیں ہوں اور فرماتے ہیں ؎

دلِ دارم پر از شغل حبیب است
برائے زر دلِ نمی دیگر دارم

ترجمہ: میں سینے میں ایک دل رکھتا ہوں جو حق تعالیٰ کی محبت سے دائمی غیر فانی لذت لینے میں مشغول ہے، اب ایسی صورت میں دوسرا دل برائے فکرِ حصولِ زر نہیں رکھتا ہوں یعنی دل تو ایک ہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت سے خوش کام اور خوش انجام اور خوش بخت ہو چکا ہے، ملک اور دولت دل کے باہر ہو اور مالک اور منعم دل کے اندر ہو تو وہ کیا ہی خوش بخت ہے۔ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

آں دم کہ دل بعشق دہی خوش دمے بود
در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست

ترجمہ: وہ وقت بڑا خوش قسمتی کا ہوتا ہے جس وقت کوئی بندہ اپنے دل کو اپنے دل کے خالق اور مالک کے سپرد کرتا ہے اور نیک کام میں کسی استخارے کی ضرورت نہیں ہے۔ احقر کا شعر ہے ؎

اہل دل آنکس کہ حق را دل دہد
دل دہد او را کہ دل رامی دہد

ترجمہ: اہلِ دل اللہ والوں کو اس سبب سے کہتے ہیں کہ وہ حق تعالیٰ کو اپنا دل دے دیتے ہیں (یعنی دل کی خواہشات کو اپنا خدا نہیں بناتے، بلکہ اپنی مرضیات اور خواہشات کو حق تعالیٰ کی مرضی اور حکم کے تابع بنا دیتے ہیں) اور دل اسی کو دیتے ہیں جو دل کو عطا کرنے والا ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

اگر در تن دل بریاں نداری
نئ زندہ کہ در تن جاں نداری

ترجمہ: اے شخص! اگر تو اپنے جسم میں اللہ تعالیٰ کے عشق و محبت میں جلتا بھنتا دل نہیں رکھتا تو

تو زندہ نہیں ہے جیتے جی زندگی مردہ ہے، کیوں کہ تیرے جسم میں جان نہیں ہے۔ یعنی جو جان محبوبِ حقیقی کے قرب سے محروم ہے وہ خود مردہ ہے، تو جسم کو وہ کیسے زندگی دے سکتی ہے؟

حضرت شیروانی رحمۃ اللہ علیہ کو علماء و صلحاء سے بے حد عقیدت و محبت تھی اور نہ صرف یہ کہ موصوف خود دیندار تھے، بلکہ دوسروں کو بھی دیندار بنانے کی فکر و عمل میں سرگرم رہتے تھے اور اسی جذبۂ عمل سے حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی کی معیت اور مصاحبت میں شیروانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دعوۃ الی اللہ کے لیے سفر بھی کیا کرتے تھے، بالخصوص اپنے اطراف میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے بیانات کا بار بار سلسلہ رکھتے تھے۔ حضرت شیروانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی دنیا سے وطنِ آخرت کی دولت کما گئے اور دوسرے رئیسوں کو عملی سبق اور عقلِ کامل سے آراستہ ہونے کا ثبوت دے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ سب سے زیادہ عقل مند کون ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو سب سے زیادہ موت کو یاد رکھنے والا ہو اور سب سے زیادہ موت کے بعد وطن کی دائمی زندگی کے لیے تیاری کرنے والا ہو۔ اس حدیث پاک سے ہر آدمی اپنی عقل کو تول سکتا ہے اور جو لوگ دینداروں اور فکر آخرت کرنے والوں کو پسماندہ، دقیانوسی اور روشن دماغی سے محروم سمجھتے ہیں وہ بھی اپنے بارے میں غور کرسکتے ہیں۔ حضرت مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر یاد آیا ؎

ترا اے نئی روشنی منہ ہو کالا
دلوں میں اندھیرا ہے باہر اجالا

چاند پر پہنچنے کے متعلق بھی اکبر الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب نقشہ کھینچا ہے ؎

تسخیر مہر و ماہ مبارک تجھے مگر
دل میں اگر نہیں تو کہیں روشنی نہیں

نذیر اکبر آبادی فرماتے ہیں ؎

لطف دنیا کے ہیں گے دن کے لیے
کھونہ جنت کے مزے ان کے لیے
یہ کیا اے دل تو بس یوں سمجھ
تو نے ناداں گل دیے تنکے لیے

حدیثِ پاک میں ہے کہ انسان کی دنیا صرف اتنی ہے جو وہ کھالے، پہن لے اور جو وہ خدا کی راہ میں خرچ کر دے (باقی جو جمع کرتا ہے) وہ دوسروں کے لیے چھوڑ کر جانے والا ہے۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کمزور دل والوں کے لیے جن کو موت کا نام سن کر بہت گھبراہٹ ہوتی ہے، ان کے لیے فکر آخرت حاصل کرنے کا یہ طریقہ بیان فرمایا ہے کہ یہ لوگ موت کے بجائے یہ تصور کریں کہ اس عارضی زندگی کو ایک دائمی زندگی عطا ہونے والی ہے۔ احقر عرض کرتا ہے کہ سبحان اللہ! کیا ہی حکیمانہ بات فرمائی ہے، وہ انسان جس کا دل بہت کمزور ہوتا ہے وہ کسی چیز کے ہاتھ سے چھن جانے سے طبعاً گھبراتا ہے اور اس عنوان میں اس عارضی زندگی کو دائمی زندگی عطا ہونے کی بشارت ہے، پس اپنے اعمالِ صالحہ سے اس دائمی زندگی کو راحت بخش بنالے۔

احقر محمد اختر عفی عنہ عرض کرتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے جناب شیر وانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اتباعِ سنت اور شریعت کی ایسی توفیق بخشی کہ دیکھ کر بالکل بھی یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ یہ کسی کالج کے گریجویٹ ہیں، بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی ابھی بخاری شریف کا درس دے کر چلے آرہے ہیں۔ وہ علماء و صلحاء میں جب بیٹھتے تو اپنی صالحانہ وجاہت سے بھی ایک بزرگ درویش اور بہت بڑے عالم معلوم ہوتے۔ ہمارے مرشد حضرت مولانا ہردوئی اکثر ان کے بارے میں جب کچھ تحریر فرماتے، تو حضرت شیر وانی صاحب کے عنوان سے موصوف کا ذکر فرماتے۔ حق تعالیٰ کی یہ رحمت اور قدرت کا کرشمہ ہے کہ جس کو چاہیں اپنا بنالیں۔

اہلِ دنیا جسے مسٹر ہی سمجھتے تھے کبھی
فیضِ مرشد سے وہ حضرت بھی کہا جاتا ہے

(اختؔر)

وعظ کا سلسلہ

مرشدنا حضرت اقدس پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت سے شیر وانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ وعظ بھی کہا کرتے تھے۔ حضرت شیر وانی رحمۃ اللہ علیہ کا وعظ احقر کو دو مرتبہ

سننے کا موقع ملا، اس آیت پر بیان تھا کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً[1]
اے ایمان والو! اسلام میں پوری طرح داخل ہو جاؤ۔

خلاصہ یہ تھا کہ اسلام کے بعض حکم پر عمل کرنے اور بعض حکم پر عمل نہ کرنے سے اسلام کامل نہیں ہوتا، ایک عجیب مثال دی تھی کہ جب ہوائی جہاز مخالف ہواؤں سے طوفان سے دوچار ہوتا ہے، تو جہاز کا کپتان جہاز کی رفتار کو تیز کر دیتا ہے تاکہ ہوا کے دباؤ کا مقابلہ کیا جاسکے اسی طرح جب گناہوں کی طوفانی ہوائیں دنیا میں تیز چل رہی ہوں تو دین کا جہاز محفوظ رکھنے کے لیے اس کی دینی رفتار (یعنی اعمالِ صالحہ) کو تیز کرنا پڑے گا، ذکر اللہ اور اہل اللہ کی صحبت میں حاضری کا اہتمام زیادہ کرنا پڑے گا۔

حضرت شیروانی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ڈھولنہ میں بھی احقر ایک مرتبہ حضرتِ اقدس پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اور ایک بار تنہا موصوف کا مہمان رہا ہے۔ ہر چیز میں اتباعِ سنت اور شریعت کی جھلک تھی۔ جو دراصل عبرت کے لیے درج ذیل کرتا ہوں:

۱) اپنی مسجد میں مٹی کا تیل نہ جلنے دیتے کہ بدبو کی وجہ سے اس کا استعمال شرعاً ممنوع ہے۔

۲) کھانا زمین پر دستر خوان بچھا کر کھاتے، اکثر و بیشتر مہمانوں کے ساتھ کھاتے، سنت کے مطابق سب مہمانوں کو پہلے بٹھاتے، دستر خوان بچھاتے، کھانے سے پہلے ہاتھ دھلواتے، کھاچکنے کے بعد پہلے دستر خوان اٹھواتے پھر مہمانوں کے ہاتھ دھلواتے۔

۳) ملازمین بھی صلحاء کے لباس سے آراستہ اور نماز کے پابند نظر آئے۔

۴) مستورات میں شرعی پردے کا اہتمام تھا، اپنی دولہن خانم کو برقعہ میں ہونے کے باوجود اپنے ایک ملازم کو ہدایت کی کہ نظر کی حفاظت رکھو یعنی برقعہ میں ہونے کے باوجود اوپر بھی نظر مت ڈالو۔

۵) اپنے مہمانوں کے ساتھ خود بھی کھاتے اور مہمانوں کا دل خوش کرنے کے لیے شگفتہ کلامی اور مزاح بھی کرتے۔

۶) نماز مسجد میں جماعت سے ادا کرتے، خود ہی اکثر امامت کرتے۔

[1] البقرة:۲۰۸

حضرت شیروانی رحمۃ اللہ علیہ ماشاء اللہ قاری بھی تھے، نہایت عمدہ حروف کی ادائیگی کرتے۔ حضرت قاری سعید صاحب شیروانی سے باضابطہ فنِ تجوید و قرأت کی مشق کی تھی۔

حضرت شیروانی رحمۃ اللہ علیہ کو احقر سے نہایت مناسبت اور محبت تھی۔ پھولپور تشریف لاتے تو گھنٹوں بات چیت کرتے اور ہم دونوں کی سیری نہ ہوتی۔ حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

جوشش نطق از نشان دوستی ست
بستگی نطق از بے الفتی ست
ہر کہ دل بر دید کے ماند جمش
بلبلے گل دید کے ماند ترش

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دو اشعار یاد آئے ؎

تری ہزار ادائیں مگر انوکھی اک
وہ خاص بات جو یارانہ گفتگو میں ہے
ہزار بار مجھے لے گیا ہے مقتل میں
وہ ایک قطرہ جو میرے رگ گلو میں ہے

حضرت مرشدنا پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی عجیب والہانہ تعلق تھا اور حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ بھی شیروانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر باغ باغ ہو جاتے اور فرماتے کہ ہمارا شیر آگیا اور ان کی اہلیہ خالدہ خانم کے متعلق فرماتے کہ ہماری مجذوبہ آگئی۔ یہ ان حضرات کی بڑی سعادت ہے کہ ایسے اللہ والوں کی عنایات سے مالا مال ہوئے۔ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی بھی حضرت شیروانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بہت ہی محبت فرماتے تھے۔ جب حضرت اقدس پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا اس وقت حضرت شیروانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق حضرت مرشدنا ہردوئی دامت برکاتہم نے جو تأثرات احقر کو ارقام فرمائے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ والا نامہ من وعن یہاں پر نقل کردوں تاکہ اللہ والوں کی توجّہات اور عنایات کا اندازہ ہوسکے۔

نقل تعزیت نامہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہر دوئی

مکرمی جناب حکیم صاحب زید لطف السامی وفقنا اللہ تعالیٰ وایاکم بالصبر الجمیل والفوز الکبیر بمنتہ وفضلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

حادثہ جانکاہ کی خبر ملی۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ بدن میں جان نہیں رہی۔ ضعف بھی بہت معلوم ہوتا ہے۔ حضرت شیر وانی صاحب کی معیت میرے لیے بڑے سکون و تقویت کا سبب بن رہی ہے۔ ماشاء اللہ صبر و استقلال کا پہاڑ بن کر سب کے نام تعزیتی خطوط لکھ رہے ہیں ہم سب لوگ اب یتیم ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

میرے دل و دماغ پر ایسا اثر ہے کہ کام چلتا نہیں۔ آپ کے حالات و خدمات بے حد مسرّت کا باعث بنے اور قابلِ رشک ہیں۔ خدمتِ شیخ از اوّل تا اِنتہا بڑی سعادت ہے۔

بَارَكَ اللّٰهُ وَتَقَبَّلَ اللّٰهُ

والسلام
ابرار الحق

۲۶؍ ربیع الاوّل ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۷؍ اگست ۱۹۶۳ء

❁❁❁❁

نقشِ قدم نبی ﷺ کے ہیں جنّت کے راستے
اللہ جلّ جلالہٗ سے مِلاتے ہیں سُنّت کے راستے

احقر کے ساتھ دوستانہ خط وکتابت کی جھلکیاں اور اقتباسات

باسمہٖ تبارک وتعالیٰ

محب محترم ومکرم زید بالمجد والکرم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۱۶/ مئی کا نوشتہ کل شرف صدور لایا۔ مزاج کا حال کیا لکھوں! آؤں تو خود بتاؤں۔ اسطوخودوس، برگ بادر نجبویہ، ابریشم خام مقرض، صعتر فارسی کا شم رومی، تخم کاہوان۔ سب کا شربت بنا کر پانی میں ملا کر صبح استعمال کرتا ہوں، کافی دن میں نزلہ کو بفضلہٖ تعالیٰ افاقہ ہوا۔

گزشتہ قیام میں ساری راحتیں بفضلہٖ تعالیٰ حاصل رہیں، پُر کیف و محبت سے سرشار صحبتوں کے ہوتے ہوئے اگر واقعی کوئی تکلیف بھی ہوتی تو محسوس نہ ہوتی، جہاں تک آپ کی ذاتِ ستودہ صفات کا سوال ہے عرض ہے کہ ؎

اچھی لگے ہے تجھ بن گلگست باغ کس کو
صحبت رکھے گلوں سے اتنا دماغ کس کو

فقط والسلام

احقر الزمن محمد حبیب الحسن از ڈھولنہ

۲۷/ صفر ۱۳۸۸ھ

باسمہ تبارك وتعالیٰ

محب مکرم زید بالمجد واللّطفِ والکرم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بحضور حضرت شاہ حقی (حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہر دوئی) حاضر بودم نامۂ شما از غایتِ لطف وذرّہ نوازی آں شاعطا فرمود غایت درجہ خورسند گشتم و عش عش کردم از حالات واعمال و حق گوئی شما فالحمد للہ تعالیٰ علی ذلک۔ شعلہ عشق مخدومنا المکرم حضرت شیخ المشایخ قدس سرہٗ شمارا ملکہ شعرگوئی بخشید بندہ رنگ کوچۂ ایں دیار راہ نیافت اما ذرۂ محبت

شما کہ الحمدللہ تعالیٰ حاصل است گاہ گاہ ایں فیض تو رساند ہمچو ذرۂ پیش آفتاب پیش کنم بہر حال انچہ از فیض تو رسیدہ ست بہ تو پیش کنم تو دانی حساب و کم و بیش را۔

فیض شیخ تھانہ کرد ابرار را
شیر نر شیر نیستان خدا
فیض شیخ ابرار ہم کردت عطا
جرأت و بے باکی صدق و صفا
اے حکیم اختر حسن احسن رفیق
گشتہ از فضل رب شیر طریق
شکر رب آرم زدل ہم از زباں
در کراچی گشتہ جان جہاں

(محمد حبیب الحسن خان رحمۃ اللہ علیہ)

۱۵/ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ

حضرت شیر وانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر بے ساختہ یہ شعر موزوں ہوا تھا۔

ہائے کیا دیں گے تسلی مرے نالے مجھ کو
اُڑ گئی ہاتھ سے وہ طائر لاہوت مری
چہ تسلی دہد ایں نالۂ شب گیر مرا
چہ کشاید رہ درمان ایں تدبیر مرا

احقر نے حضرت شیر وانی رحمۃ اللہ علیہ کو ۲۷/ صفر ۱۳۸۸ھ کے گرامی نامہ کے جواب میں حسبِ ذیل اشعار تحریر کیے تھے۔

یاد آید از محبت ہائے من
حق مجلس صحبت ہائے من

نیست چارہ از قضائے ذوالمنن
شکوہ چہ باشد ز احوال زمن

جز بہ تسلیم و رضا اندر فراق
نیست چارہ گرچہ جانم گشت طاق

باتو بودم در سفر و در حضر
در بلا دہند و ہم در بحر و بر

لطف صحبت ہائے یارانِ کہن
یاد می آید دریں دشت و دمن

حضرت شیروانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پاکستان تشریف لانے کے لیے احقر نے جو مکتوب ارسال کیا تھا، اس میں حسب ذیل اشعار تھے جو اسی وقت موزوں ہوئے تھے۔

اے حسنؔ شد قلب تو آگاہ ربّ ذوالمنن
پس شود تقریر تو درد ہر ایں جلوہ فگن

آں دلے کو شد غذایش نور ذخر ذوالجلال
چوں نزاید از لبش اندر بیاں سحر حلال

نزد من اندر کراچی گر قیام تو بدے
اے حسنؔ شیریں سخن تسکین مارا تو بدے

اے کہ ملک و مال او شد از برائے من حجاب
ورنہ کوئے دوستاں ہم آمدے او از اشتاب

چشم دارم اے حسنؔ ابدر دعایا دم کنی
از سرور وصل خویش از رنج آزا دم کنی

حضرت شیروانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان اشعار کے بعد جو گرامی نامہ تحریر فرمایا، اس کا خلاصۂ مضمون یہ تھا کہ خط لکھ رہا ہوں اور آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی ہے۔ گرد و پیش احباب

محو حیرت ہیں کہ کس کو خط تحریر کر رہا ہوں۔ احقر نے اشعار ہی میں جواب دیا تھا کہ آپ کی جدائی سے میرے قلب پر جو تاثرات گزرے، وہ بصورتِ اشعار موزوں ہوئے جو حسب ذیل ہیں، اس جواب موصوف کے گریۂ محبت کا بھی جواب ہے ۔

اشک ہائے در دمی گرید حسنؔ
آتش غم بہر من ساز د حسنؔ

یاد آں ایامِ قرب تو حسنؔ
یاد آید اندریں دست و دمن

وحشت دل از فراقِ دوستاں
تیز گردد از خیال دوستاں

مدتے بودم بہ تو در بحر و بر
در سفر گاہے و گاہے در حضر

اِینچہ گزرد بر دلِ غمگین من
نیست ممکن باتو گویم زیں سخن

نزد من ایں ہمرا ہی دوستاں
گلستان ست گلستاں ست گلستاں

ہیں بیا اے جانِ من در شہر من
در کنارم ہیں بیا اے مہرِ من

ہمدم دیرینہ چو باشد جدا
روح باشد چو یتیم بے نوا

آہ کہ آں عہد و صل از ما برفت
کس نمی داند کہ برما چہ گزشت

گر تو آئی صد حیاتے یافتم
جان خود باجان تو در یافتم

اے تسلی اخترؔ مہجور را
اے قرار ایں دل رنجور را

ایک مرتبہ احقر نے حضرت شیر وانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مکتوب سے کراچی آنے کے لیے ان اشعار سے دعوت پیش کی تھی اور مستقل آجانے کی خواہش ظاہر کی تھی ۔

نہ بزور دست وبازو نہ بہ دام خواہی آمد
ولے دردلِ شکستہ تو بے دام خواہی آمد

بہ سحر اگر نیائی سرِ شام خواہی آمد
بہ کرم نوازی خود لب بام خواہی آمد

بایں آہِ خود فروزم ہمہ سو چراغ روشن
شاید کہ در شب غم بہ قیام خواہی آمد

سر خود نہادہ برکف بدیں آرزو برقصم
کہ تو خنجرت کشیدہ زنیام خواہی آمد

بدیں آرزو رسانم بہ تو نالۂ جدائی
کہ بہ شہر چو آئی بہ دوام خواہی آمد

ہمہ روز وشب مسرت ہمہ وقت انتظارے
کہ شما بہ کوئے اخترؔ بخرام خواہی آمد

حضرت شیر وانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے خطوط افسوس کہ محفوظ نہ رہے اور یہ وہم وگمان بھی نہ تھا کہ اس قدر جلد دنیا سے رختِ رحلت باندھ لیں گے۔ البتہ اپنے خطوط کے اشعار کو نقل کرلیا کرتا تھا ۲۹؍ صفر ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۶؍ اپریل ۱۹۷۱ء کو احقر نے حضرت شیر وانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام حسبِ ذیل اشعار پر مشتمل مکتوب ارسال کیا تھا۔ اس صفحے پر جہاں یہ اشعار نقل کیے تھے تین اشعار ۳؍ جمادی الثانی ۱۳۹۰ھ مطابق ۸؍ اگست ۱۹۷۰ء کے منقل ملے اپنے ان اشعار میں بڑا لطف آیا ان کو بھی درج کرتا ہوں تاکہ اہل محبت مسرور ہوں۔

اشک ہائے خون سے جب چشم تر کرتا ہوں میں
عشق کا بازار دل میں گرم تر کرتا ہوں میں

جب بتانِ حسن سے صرفِ نظر کرتا ہوں میں
درد کی لذت سے راہِ عشق سر کرتا ہوں میں

کر کے خونِ آرزو خونِ جگر کرتا ہوں میں
اپنی آہوں کا اثر یوں تیز تر کرتا ہوں میں

(نقل اشعار ۲۹/ صفر ۱۳۹۱ھ بنام جناب شیر وانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

اے حسن بر من چہ احساں کردۂ
جانِ مہجوراں چہ در ماں کردۂ

بس ہمیں کارے ترا آید حسن
سوزِ ہجراں درد الم انداختن

یا حبیبی عمر تو باشد دراز
ہمچو دردِ انتظار شب دراز

کے شود از خار ہا دل بستگی
ہر کہ را باگل بود وا رفتگی

از جدائی ہائے گل ہائے چمن
گر بگریم بحر ہم کمتر زمن

بشنو زمن نالہ ہائے در دمن
تا ترا گریاں کند نیز اے حسن

در فغانم ہیں چنیں خونِ جگر
رحم کن اکنوں بہ بند رخت سفر

زیستن بے قرب تو بس اے حسن
مردگی باشد و نامش ریستن

اے کہ وصل تو گلستانِ من ست
اے فراقِ تو بیابانِ من ست

آہ کہ آں عہد و صل از ما برفت
توچہ میدانی کہ بر ما چہ گزشت

انچہ خوں بینی ز گریہائے من
قطرۂ داں از غم دریائے من

یاد ایامے کہ با تو اے حسن
عمر ہا سرکردم اے شیریں سخن

چوں کہ احقر ایک زمانۂ دراز تک ہندوستان میں حضرت شیر وانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سفر و حضر میں رہا تھا، ان کی دوستی اور مناسبت اور محبت کا لطف یاد آیا کرتا تھا، اس لیے چاہتا تھا کہ وہ مستقل یہاں تشریف لائیں۔ اسی مقصد سے اپنے اشعار سے ان کو پیغامِ محبت دیتا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت شیر وانی رحمۃ اللہ علیہ نے احقر کے پاس اپنا درد محبت بھرا مکتوب ارسال فرمایا۔ جواباً احقر نے لکھا تھا ؎

نامۂ الفت سے دل پر خوں ہوا
پھر وفورِ شوق سے مجنوں ہوا

شدتِ غم سے کلیجہ خوں ہوا
دردِ غم کچھ اور ہی افزوں ہوا

زندگی بے لطف ہے اخترؔ کی یاں
بے اثریاں عشق کا مضموں ہوا

ایک مرتبہ تاخیرِ جواب کی شکایت پر یہ شعر لکھا تھا۔

اللہ رے اندازِ تغافل بھی تمہارا
دو حرف بھی لکھنا تمہیں دشوار ہو گیا
(اخترؔ)

اہلِ محبت کے شیر وانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو بڑے ہی قدر داں تھے۔ جو لوگ حسّاس دل نہیں رکھتے یعنی جن کو محبت کی قدر سمجھ میں نہیں آتی ان کے بارے میں ان کے دلِ نا آشنائے درد کو احقر اپنے ان اشعار سے خطاب کیا کرتا ہے۔

جو میری طرح سے ان کو بھی دل ملا ہوتا
کبھی فراق کے ہاتھوں نے دل ملا ہوتا
سمجھتے وہ بھی میری داستانِ بے تابی
کسی کی یاد میں ہوتی انہیں جو بے خوابی
کبھی جو پاس میری بے خودی میں آ جاتا
ہماری آہ سے زاہد بھی تلملا جاتا

جن لوگوں میں شانِ محبوبیت زیادہ ہوتی ہے، احقر ان کو شانِ عاشقیت سے بھی آشنا کرنے کے لیے حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر سنایا کرتا ہے۔

ترک کن معشوقی و کن عاشقی
اے گماں بردہ کہ خواب فائقی

ترجمہ: اے لوگو! معشوق بننے کی ہوس سے باز آجاؤ یعنی حبِّ جاہ سے توبہ کرلو اور عاشقِ حق بنو اپنے بہتر ہونے کا گمان مت کرو۔ احقر نے اس مضمون کو اپنے اُردو شعر میں یوں پیش کیا ہے۔

اپنی لگی کو جان میں اس کی لگا کے ہم
اس شمع کو پروانۂ اُلفت بنادیا
چلے آگ ہم دل میں ان کے لگا کے
سلامت مری عاشقانہ طبیعت

حضرت شیر وانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عاشقانہ شعر

حضرت شیر وانی رحمۃ اللہ علیہ نے اَلرَّحۡمٰنُ فَسۡـَٔلۡ بِہٖ خَبِیۡرًا[۲] یعنی رحمٰن کی شان کسی باخبر سے پوچھو، حق تعالیٰ شانہٗ کے اس ارشاد کو اپنے اس شعر میں بیان فرمایا ہے ؎

مرے دوست شانِ رحمٰن کسی باخبر سے پوچھو
جو نشانِ راہ بتادے مرے بے نشاں کا تم کو

(محمد حبیب الحسن رحمۃ اللہ علیہ)

احقر نے علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر پر تضمین لکھی تھی، یاد آتا ہے کہ حضرت شیر وانی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ارسال کیا تھا، کیوں کہ جس پرانی نوٹ بک میں ان کے متعلق اشعار نقل کیے تھے وہیں یہ بھی درج تھے۔ شعر علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ ؎

اثر کے پیچھے دل حزیں نے سراغ چھوڑا نہیں کہیں کا
گئے ہیں جو نالے سوئے گردوں تو اشک نے رُخ کیا زمیں کا

تضمین احقر

بتاؤں کیا کیا سبق دیے ہیں تری محبت کے غم نے مجھ کو
ترا ہی ممنون ہے غمِ دل اور آہ و نالہ دل حزیں کا

جفائیں سہ کر دعائیں دینا یہی تھا مجبور دل کا شیوہ
زمانہ گزرا اسی طرح سے تمہارے در پہ دل حزیں کا

جو تیری جانب سے خود ہی آئے پیامِ اُلفت دل حزیں کا
تو کیوں نہ زخم جگر سے بہہ کر لہو کرے رُخ تری زمیں کا

نہیں خبر تھی مجھے یہ اخترؔ کہ رنگ لائے گا خوں ہمارا
جو چپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

---

[۲] الفرقان:۵۹

سفر کا قرب

جو سفر رضائے حق کے لیے اور دعوت الی اللہ کے لیے ہو یا دین کے خدّام کے ساتھ کسی طالب کو سفر کا موقع ملے تو نفع دینی وطن سے زیادہ ہوتا ہے، اس مضمون پر احقر کا شعر ملاحظہ ہو ؎

مانا کہ بہت کیف ہے حب الوطنی میں
لیکن ہوئی ہے مے تیز غریب الوطنی میں
(اخترؔ)

اقتباس از مکتوب احقر بنام حضرت شیروانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

چند اشعار مثنوی از درد ما زائیدہ بسومیت بہ دوش قاصد فرستادہ امیدوار شرف قبول کوئے حبیب ہستند مکتوبات متعددہ از جناب شما مشتملہ بر اخبار اشک ہائے کہ در محبت دیں فقیر از چشم شما چکیدہ سوئے ما آمدند و جان مادر شوق لقائے حبیب مضطر و مشتاق گردانیدند حضرت اقدس مرشدنا و مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی فداہ روحی نوشتہ ہست کہ ویزا برائے ڈھولنہ نیز بگیر ایں والانامہ از بھوالی تحریر فرمود و بقیام شما و دولہن خانم در بھوالی نیز خبر دار و از مسرت شما از احوال احباب مکہ مکرمہ آگاہ فرمود اختر نفیس خویش را خوب میداند و لیکن بہ نگاہ کرم ایں مشائخ امید از کرم مولائے خویش دارم کہ چو در مظاہر ایں کرم ظاہر شد بہ محشر از کریم حقیقی چہ خواہم دید۔ فی الحال در سفر ہند موانع کثیرہ ہستند جان مشتاق ما بہر لقائے ہر سہ بزرگاں (حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی۔ حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب و حضرت محبوب شیروانی صاحب) مجبور شکیبائی مضطر و محزون ست فریاد میکنم کہ یا الٰہ العالمین ایں درد ہجران ما از فرح و سرور تعالیٰ حبیباں ما را شاد بگرداں۔ سفر شما برائے بھوالی و تحمل بر صعوبت ہائے سفر در ایام صیف (موسم گرما) قابل صد تحسین و صد آفریں ہدت حق تعالیٰ شانہ برحمت خویش و بوسیلہ نبی الرحمٰن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبول بفرماید۔ ماشاء اللہ تعالیٰ از ناز پروری پریدی دیر شاخ قرب رندان بلاکش نشیمن ساختی۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ وَ بَارِكْ فِیْهِ وَلَنِعْمَ مَاقَالَ ؎

خورند از برائے گلے خارہا
بر انداز برائے دلے یارہا

امیدوارم کہ ازیں ہمت شما حضرت اقدس مولانا و مرشدنا ہر دوئی مسرور گشتہ برائے شما سراپا دعا شدہ باشد کہ شفقت و محبت بر لخت جگر مشائخ از اعظم خدمات ہست و شنیدم کہ بزرگے از سلف از مرید خویش گفت اولادنا کبادنا حق تعالیٰ شانہٗ مولوی اشرف الحق سلمہٗ را صحت کاملہ عاجلہ مستمرہ بخشیدہ بہر خدمات دعوۃ الحق مامور بفرمائید و جانِ پدر فداہ روحی و جملہ خدام را مسرور گرداند۔ ہمہ وقت محتاج دعائے جان شما ہستم اُمید کہ در دعائے خویش مارا یاد داری و تغافل نہ بری۔

فقط والسلام
محمد اختر عفی عنہٗ

احقر کا ایک شعر

پالا پڑا ہے جب کبھی طوفانِ بلا سے
کشتی کا ناخدا بھی ہے مشغولِ خدا سے

یہ شعر احقر کا ان ہی پرانے خطوط کی تلاش میں ملا، جو اس مضمون کا حامل ہے کہ جب مصیبت آتی ہے تو بڑے بڑے متکبروں اور ملحدوں کو بھی خدا یاد آجاتا ہے اور اللہ والوں کے پاس دعاؤں کے لیے بھاگے بھاگے پھرتے ہیں پھر اس شعر پر بھی نظر پڑی۔

پروردۂ نعمت کو بھی اُس راہِ وفا سے
اختؔر تجھے مانوس بنانا ہے دعا سے

مکتوب بنام جناب غلام سرور صاحب

نمونۂ تحریر

باسمہٖ تبارک و تعالیٰ
مشفقی و شفیقی سلمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ناپ کا کاغذ پہنچا، اپنے پاؤں سے ناپا تو ناپ تو میرا ہی محسوس ہوا، مجھے یہ خیال تھا کہ آپ کا پاؤں کچھ مجھ سے بڑا ہے۔ جی ہاں!

ماشاء اللہ! حضرت حکیم محمد اختر صاحب عفا اللہ عنہ کو مخدومی حضرت ناظم صاحب نے اِجازتِ بیعت سے نوازا ہے۔ موصوف کے دل میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے مضامین جمع کرنے اور پھر ان کی اشاعت سے بہت زیادہ قدر حضرت حکیم صاحب دامت برکاتہم کی ہوئی ہے اور واقعہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے فضل سے مخدومی حضرت شاہ صاحب مدظلہٗ کو بھی اس قدر تقاضا تھا کہ وہ حکیم صاحب کو اجازتِ بیعت دیں۔

اتباعِ سنت اور ایک خاص دعا

ہمارے حضرت مفتی رشید احمد صاحب مہتمم جامعہ اشرف المدارس ناظم آباد کراچی نے آج احقر سے فرمایا کہ حضرت شیروانی صاحب کا اہتمام سنت کا ایک واقعہ یہ ہے کہ جامعہ دار العلوم کراچی میں حفظِ قرآن کے سلسلے میں ایک جلسہ تھا، اس میں ہمارے ایک بچے نے بھی قرآنِ پاک کی تلاوت کی۔ حضرت شیروانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ یہ کس کا بچہ ہے؟ میں نے کہا: میرا ہے۔ فرمایا: میں نے بھی یہی سمجھا تھا، کیوں کہ اس بچے کا پائجامہ ٹخنے سے اوپر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت شیروانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو شریعت کا کس قدر اہتمام تھا۔ اسی مجلس میں پھر مفتی صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ ایک مرتبہ شیروانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی دولہن خانم کو خط لکھ رہے تھے، اس میں ایک دعا تحریر کی تھی اور مجھے بھی سنائی تھی، اسی وقت سے وہ دعا میرے معمولات میں داخل ہے اور ہر روز پڑھتا ہوں، وہ دعا یہ ہے: اَللّٰھُمَّ کُنْ لَّنَا وَ جْعَلْنَا لَکَ۔ اے اللہ! آپ ہمارے ہو جایئے اور ہم کو اپنا بنا لیجیے۔

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ اس دعا کا اہتمام یہ واضح کرتا ہے کہ حضرت شیروانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے کیا تعلق تھا۔ اس دعا کا مفہوم بتاتا ہے کہ ہمارے حضرت مرشدنا پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ پڑھا کرتے تھے ؎

دونوں جانب سے اشارے ہو چکے
ہم تمہارے تم ہمارے ہو چکے

حضرت بابا نجم احسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

نہیں ہوں کسی کا تو کیوں ہوں کسی کا
ان ہی کا ان ہی کا ہوا جارہا ہوں

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے۔

میں ہوں اور حشر تک اس در کی جبیں سائی ہے
سر زاہد نہیں ہے یہ سرِ سودائی ہے

۲/ مئی ۱۹۷۸ء کو کراچی میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دار العلوم دیوبند نے سنایا۔

جھک جائے نہ سر جس پہ اُسے در نہیں کہتے
ہر در پہ جو جھک جائے اسے سر نہیں کہتے

بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ جب آدمی صالح اور متقی بن جاتا ہے تو اس کا مال بھی صالح ہو جاتا ہے یعنی جو مال سرکشی اور نافرمانی میں اُڑاتا تھا پھر وہ نیک کاموں میں خرچ کرتا ہے۔

اگر مال و جاہ ست و زرع و تجارت
چو دل باخدا یست خلوت نشینی

ترجمہ: اگرچہ مال و جاہ اور زراعت و تجارت کسی کے پاس ہے، لیکن اس کا دل اگر باخدا ہے یعنی اللہ والا ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے، تو وہ دنیا دار نہیں ہے، وہ زاہد اور خلوت نشین ہے۔

حکایت

ایک رئیس بزرگ کی حکایت ہے کہ ان سے ایک صاحب مرید ہونے گئے، دیکھا تو نوکر، چاکر اور کوٹھی کھڑی ہے اور گھوڑے بندھے ہیں، لوٹ آئے اور دل میں کہا کہ۔

نہ مرد آن ست کہ دنیادوست دارد

ترجمہ: مردِ خدا وہ نہیں ہو سکتا جو دنیادار ہو۔

رات خواب دیکھا کہ محشر قائم ہے ایک شخص میدانِ قیامت میں اس کو پکڑے ہوئے ہے اور کہتا ہے: میرا قرضہ ادا کرو، پھر ان ہی بزرگ کو دیکھا کہ شان دار گھوڑے پر چلے آرہے ہیں اور ڈانٹ کر فرمایا کہ کیوں اس فقیر کو تنگ کرتے ہو، تیرا کتنا قرض ہے؟ لے

مجھ سے لے لے، بس ایک تھیلی بقدرِ قرض پیش کر دیا اور آگے چل دیے۔ خواب سے بیدار ہوئے تو نادم تھے۔ اُن بزرگ کی خدمت میں پھر گئے کہ حضرت مرید کر لیجیے۔ فرمایا کہ کل جاتے وقت کیا مصرعہ پڑھا تھا؟ عرض کیا اس سے شرم آتی ہے۔ فرمایا کہ نہیں! پڑھو، مت ڈرو۔ ندامت کے ساتھ پڑھا۔

نہ مرد آن ست کہ دنیا دوست دارد

فرمایا: اس مصرعہ کے نیچے یہ مصرعہ لگا دو۔

اگر دارد برائے دوست دارد

یعنی اللہ والے اگر دنیا رکھتے ہیں تو اپنے مولیٰ کے لیے رکھتے ہیں۔

مگر ہر دنیا دار کا یہ مقام نہیں ہوتا، دنیا سانپ ہے، اس کا منتر تقویٰ ہے جو اہل اللہ کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اللہ والا بننے میں دو نفعے دنیا میں ملتے ہیں ایک تو قلب کو سکون و اطمینان رہتا ہے، دوسرے یہ کہ اس کے لیے اس کی دنیا کو لذیذ کر دیا جاتا ہے۔ اللہ والوں کو کھانے پینے اور بال بچوں میں رہنے اور اپنی تمام نعمتوں میں دنیا داروں سے زیادہ لذّت ملتی ہے۔ بد حواس اور متفکّر دل کے ساتھ دنیا کیسے لذیذ رہ سکتی ہے؟ یہی وجہ ہے کہ اللہ والوں کو اپنی چٹنی روٹی میں جو لطف ملتا ہے، لباسِ فاخرانہ اور زبان پر مرغ کی بریانی اور دل پر افکار کے آرے اور ہتھوڑے یہ کیا زندگی ہے۔

دل گلستاں تھا تو ہر شے سے ٹپکتی تھی بہار
دل بیاباں ہو گیا عالم بیاباں ہو گیا

بزرگوں نے فرمایا کہ اللہ والوں کی صحبت میں تو علماء کو بھی درسیات سے فارغ ہو کر کم از کم ۶/ ماہ کی مدت رہ کر ان کی جوتیاں اٹھانی چاہئیں، تاکہ ان کی صحبت اور خدمت کی برکت سے اخلاص حاصل ہو اور نفس مٹ جائے، ورنہ اگر درسیات سے فارغ ہوتے ہی منبر پر بیٹھ کر وعظ شروع کر دیا تو نفس کی خیر نہیں اور قوم کی بھی خیر نہیں۔ احقر کا شعر ہے۔

کیا آہ میں کچھ تاثیر نہیں کیا عشق سے دل مجروح نہیں
جب نور نہیں خود ہی دل میں منبر پہ وہ کیا برسائیں گے

پس جب علماء کو اولیاء اللہ کی صحبت اور خدمت سے استغنا نہیں، تو عوام کو ان کی صحبت میں حاضری کس قدر ضروری ہے۔ بزرگانِ دین نے فرمایا کہ دل کو درست کرنا ضروری ہے اور دل کو دنیا سے نکالنا ہے۔ اگر دل دنیا میں نہ ہو تو بنگلہ اور کوٹھی اور مرغ کی بریانی اور خادم و کار کچھ مضر نہیں بلکہ اللہ والا دل ان نعمتوں میں نعمت دینے والے کی تجلیات کا مشاہدہ کرتا ہے۔

ایک زاہد خشک نے لذیذ شوربا میں پانی ملادیا کہ نفس کو لذّت نہ حاصل ہو، ایک بزرگ نے یہ حال دیکھ کر فرمایا کہ یہ شخص عارف ہوتا تو ایسا نہ کرتا۔ شوربا کی لذّت کو خراب کرنے سے اس کو حق تعالیٰ کی وہ خاص تجلی کیسے محسوس ہو سکتی ہے جو اس خاص لذّت میں پنہاں تھی؟ پھر ہر لقمہ سے دل سے شکر نکلتا، اب ہر لقمہ کو زبردستی ٹھونسے گا۔

ہمارے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ ”میاں اشرف علی! جب پانی پیا کرو تو ٹھنڈا پیا کرو تاکہ ہر بنِ مو سے شکر نکلے“۔

اسی طرح ہمارے مرشد حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو بنگلہ اور قالین کا فرش عطا فرمائے، تو ان کو دیکھ کر جنت کو یاد کرے کہ وہاں کیسا شاندار مکان اور فرش ہو گا۔

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ جب کسی باغ کی سیر کرے تو جنت کے باغات کو یاد کرے، اسی طرح بنگلہ اور قالین کا فرش دیکھے تو جنت کی یاد کے ساتھ ساتھ یہ دعا بھی کرلیا کرے کہ اے اللہ! دنیا میں آپ نے جب مسافر خانے کے اندر یہ آرام و راحت بخشا، تو اپنے فضل سے میرے وطن اصلی یعنی آخرت کے عیش اس سے بڑھ کر بنادے یعنی ایسے اعمال کی توفیق عطا فرمادے جو جنت سے قریب کرنے والے ہیں اور ایسے اعمال سے حفاظت فرمادے جو دوزخ سے قریب کرنے والے ہیں۔

حدیث پاک میں ہے کہ بہت سے لوگ دنیا میں نرم نرم بستروں پر آرام کرنے والے کثرتِ ذکرِ الٰہی کی برکت سے جنت کے اعلیٰ درجوں میں ہوں گے۔ البتہ ذکر خود سے کرنے کے بجائے اللہ والوں کے مشوروں سے کرے گا تو ہی پورا نفع مرتب ہوتا ہے۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس طرح تلوار کاٹتی تو ہے مگر جب کسی سپاہی کے ہاتھ میں ہوتی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ذکر نفع جب کرتا ہے جب

اللہ والوں سے مشورہ کر کے شروع کرے اور ان کو حالات کی اطلاع دیتا رہے۔

ہمارے مرشد حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہر دوئی فرماتے ہیں کہ کسی اللہ والے کو دینی مشیر بنالیا جائے، اس عنوان سے احقر کے لیے اپنے ان احباب انگریز خوانوں کو سمجھانا آسان ہو گیا جو لفظِ پیر سے بہت گھبراتے تھے۔ اب ان سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ نہیں نہیں، آپ پیر نہ بنائیے، ان کو اپنا دینی مشیر بنالیجیے، جس طرح دنیا کے کاموں کے لیے کسی تجربہ کار ماہر کو مشیر بناتے ہیں، ہر نااہل سے مشورہ نہیں کرتے، اسی طرح دین کی باتوں کو ہر فٹ پاتھیے اور ہوٹل اور پلیٹ فارم یا ریل کے ڈبّوں کے نہ جانے پہچانے مسافروں سے محض مولویانہ صورت دیکھ کر نہیں دریافت کرنا چاہیے یہ محض دین کی بے وقعتی ہے جس کو تبادلہ خیال یا ٹائم پاس کرنے (وقت گزاری) کے عنوان سے آج کل دینی مباحثہ شروع کر دیتے ہیں۔ افسوس کہ ان ہی حضرات کو اگر مکان بنوانا ہو تو پھر بے مثال ماہر کو تلاش کریں گے اور تجربہ کار ماہرین کو ڈھونڈیں گے، ان کاموں کے لیے ٹائم پاس کرنے اور تبادلہ خیال کرنے کے لیے کوئی تیار نہیں ہے۔

بس یہ حال دیکھ کر دل سے آہ نکلتی ہے کہ ہائے! ہم نے اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا ناقدری کا معاملہ کر رکھا ہے کہ جن پر جان اور مال اور آبرو سب فدا کر کے بھی یہ کہتے؎

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

فَسَوْفَ تَرٰی اِذَا نْکَشَفَ الْغُبَار
أَفَرَسٌ تَحْتَ رِجْلِكَ أَمْ حِمَارٌ

ترجمہ: جب آنکھ بند ہو گی تو یہ گرد و غبار دور ہو جائے گا اور پھر نظر آجائے گا کہ تمہارے پاؤں کے نیچے گھوڑا ہے یا گدھا ہے۔

بہر حال! حاصل یہ ہے کہ حضرت شیر وانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یہ دولت تعلق مع اللہ کی، جو دین و تقویٰ اور اتباعِ سنت و شریعت اور اہل اللہ سے محبت کی صورت میں ظاہر ہوئی، کس طرح حاصل ہوئی تھی اور ان کو مال اور ریاست اپنے عشق میں گرفتار کیوں نہ کر سکی۔ اس کی

وجہ یہی ہے کہ وہ اللہ والوں کی محبت سے سرشار تھے، ان کی صحبت میں خادمانہ حاضری دیتے تھے۔ اگر اللہ والوں کی صحبت میں کوئی اس طرح حاضر ہوتا ہے کہ میں خان صاحب ہوں، میں نواب صاحب ہوں، میں سیّد زادہ ہوں، میں پیر زادہ ہوں تو خاک کچھ میسر نہ ہوگا، یہ راستہ تو خود کو مٹانے کا ہے۔ اللہ کی رحمت کا پانی نشیب تلاش کرتا ہے۔ تکبر کی راہ سے خدا نہیں ملتا، سب سے پہلا قدم اللہ کے راستے کا یہ ہے کہ بندہ خود کو بندہ سمجھے۔

مدرسہ میں عشق کے جس کی بھی بسم اللہ ہو
اس کا پہلا ہی سبق یارو فنا فی اللہ ہو

احقر کے اشعار۔

الغرض شاہِ بلخ کی جانِ پاک
عشق حق سے ہوگئی جب درد ناک
عشق کی ذلت بھی عزت ہوگئی
لی فقیری بادشاہت ہوگئی
فقر کی لذت سے واقف ہوگئی
جان سلطان جان عارف ہوگئی

حضرت شیر وانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس جہاں سے غیر فانی دولت یعنی تعلق مع اللہ اور عشقِ حق کی بہارِ بے خزاں لے کر چلے گئے اور ان کا نام تابندہ ہوگیا۔ جیسا کہ حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بوستان عاشقاں سرسبز بار
آفتابِ عاشقاں تابندہ باد
(معارفِ شمس تبریز)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کا باغِ قرب ہمیشہ ہرا بھرا رہے اور ان کے عاشقوں کا آفتاب ہمیشہ روشن رہے۔

برعکس صرف دنیا کی دولت والے جب دنیا سے جاتے ہیں وہ کس طرح خالی ہاتھ جاتے ہیں کہ

دنیا کی محبت نے انہیں آخرت کی تیاری کا موقع ہی نہ دیا، یہاں تک کہ اس حیات کا ایک دن ناقابلِ توسیع وِیزا ختم ہو گیا اور اس عالم کا بارڈر کراس کرنے کا حکم آ گیا تو یہ غافل حسرت کا ہاتھ ملتا ہوا بزبانِ حال یہ کہتا ہے؎

آئے تھے کس کام کو کیا کر چلے
تہمتیں چند اپنے سر پہ دھر چلے
واں سے پرچہ بھی نہ لائے ساتھ میں
یاں سے سمجھانے کو دفتر لے چلے

اور قبر میں اُترنے کے بعد یہ کہتا ہے؎

دبا کے خاک میں سب چل دیے دعا نہ سلام
ذرا سی دیر میں کیا ہو گیا زمانے کو

اب وہاں میز کی وہ گھنٹی جس کے ذریعے چپراسی اور ملازم کو طلب کرتا تھا اور وہ بنگلے در کھلے اور آلاتِ رقص و سرور اور ٹی وی کے رنگین پروگرام کو تلاش کرتا ہے کہ ٹائم پاس کیا جائے، مگر اب کہاں وہ فاختہ جو خلیل خاں اُڑایا کرتے تھے! مجبوراً اس حقیقت کو ماننا پڑا۔ احقر کا شعر ہے؎

یہ چمن صحرا بھی ہو گا یہ خبر بلبل کو دو
تاکہ اپنی زندگی کو سوچ کر قرباں کرے

جام تھا ساقی تھا مے تھی اور در مے خانہ تھا
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

اسی لیے بزرگوں نے فرمایا کہ؎

جو چمن سے گزرے تو اے صبا یہ کہنا بلبل زار سے
کہ خزاں کے دن بھی ہیں سامنے نہ لگانا دل کو بہار سے

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ حصۂ اوّل تمام ہوا۔ اللہ تعالیٰ قبول و نافع فرمائیں۔ آمین

محمد اختر عفا اللہ عنہٗ

حصۂ دوم حیاتِ حضرت شیر وانی رحمۃ اللہ علیہ

(نوٹ) مندرجہ ذیل حالات جناب مولوی محمد مزمل حسین صاحب سے جو چودہ سال حضرت شیر وانی رحمۃ اللہ علیہ کے مصاحبِ خاص رہے ہیں، ڈھولنہ سے بذریعۂ ڈاک احقر کو موصول ہوئے ہیں۔ اکثر حالات خود جناب شیر وانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد فرمودہ ہیں۔

ولدیت، نسبت اور وطن مالوف

آپ کا اسم گرامی جناب حاجی ضمیر الحسن خان صاحب شیر وانی رحمۃ اللہ علیہ ہے، آپ کے مورث اعلیٰ خان زمان خان شیر وانی تھے اور یہ خاندان افغانستان بہ مقام قصبہ شروان سے آیا تھا، اسی وجہ سے یہ خاندان شیر وانی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ حضرت شیر وانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا شجرہ سادات سے بھی ملتا ہے۔ یہ خاندان مغلیہ شاہوں کے زمانے میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہا ہے، انگریزوں کے دور میں چھوٹی بڑی ریاستوں کے والی رہے ہیں جیسے نواب فیض احمد صاحب، نواب مزمل خان صاحب، مولوی حبیب الرحمٰن خان صاحب وغیرہم، اسی طرح حضرت شیر وانی رحمۃ اللہ علیہ ریاست ڈھولنہ کے رئیس تھے جو ضلع ایٹہ یوپی میں واقع ہے۔

آپ کی پیدائش ۴/ فروری ۱۹۱۴ء مطابق ۱۳۳۳ھ بروز دوشنبہ ہوئی تھی، اپنے والدین کے دس بچوں میں سے اکیلے تھے، فرمایا کرتے تھے کہ میری دودھ پلانے والی والدہ (مقرر کردہ ماما) بڑی خوش طبع تھیں، ایک روز رات کو نیند میں مجھے جھٹک دیا، اسی وقت سے میں نے دودھ نہیں پیا، ہر چند کوشش کی گئی مگر نہیں پیا۔ احقر نے ان کو ضعیفی میں دیکھا ہے، واقعی اس وقت بھی ان کی خوش طبعی کا وہی عالم تھا۔ آپ ان کا بہت احترام فرمایا کرتے تھے، ان کے پورے خاندان کو بلا کر کئی کئی ماہ مہمان رکھتے اور انعام و اکرام دیتے۔ فرماتے تھے کہ بچپن ہی سے حویلی (اندرونِ خانہ) میں جانے کے اوقات مقرر تھے، بدونِ اجازت اتالیق اندر نہیں جاسکتے تھے، کہیں بے وقت والدہ صاحبہ نے طلب کر لیا تو دم خشک ہو جاتا تھا، باقاعدہ وضو کر کے اس کے بعد درود شریف پڑھ کے آیت الکرسی وغیرہ پڑھ کر دم کر کے پھر والدہ صاحبہ کی خدمت میں جایا کرتا تھا۔ ان کا اس قدر رعب غالب تھا، حالاں کہ مجھے یاد نہیں آتا کبھی انہوں نے مارا ہو،

بلکہ قدرتی طور پر کچھ ان سے محبت زیادہ تھی، اس لیے ان کے کلام کو بڑے غور سے سنا کرتا تھا۔

تعلیمی نظام

گھر پر استاذ کو معقول تنخواہ دے کر تعلیم کے لیے رکھا گیا تھا، انہوں نے تعلیم کلام اللہ کے علاوہ اردو، فارسی، انگریزی بھی پڑھائی۔ اس کے بعد علی گڑھ کالج میں داخلہ ہوا، بدشوقی کے سبب صرف انٹرینس پاس کرسکا۔ بچپن میں دائم المریض رہتا تھا۔ جگر کا ہمیشہ مریض رہا جو اب تک چلا آتا ہے، جوانی میں موٹاپا آیا۔

اخلاق و کردار

بچپن سے میری نگاہ غیر محرم پر تو کیا محرم پر بھی نہیں اٹھتی تھی، جس کی وجہ سے میں اپنے خاندان کی مستورات کو نہیں پہچان سکتا۔ کالج کے ساتھیوں کی وجہ سے سگریٹ کی عادت لگی، لیکن والدہ صاحبہ کو جب معلوم ہوا تو نہایت نرم طریقے سے سمجھایا، اسی وقت سے ہمیشہ توبہ کرلی۔ پان سے ہمیشہ متنفر رہا، اس کا کھانا یاد نہیں آتا۔ احقر مؤلف کو خوب یاد ہے کہ جب کبھی پان کھاکر کوئی ان سے بات کرتا تو منہ پھیر کر فرماتے، دور سے بات کیجیے۔ البتہ جن سے بے تکلفی نہ ہوتی وہاں پر صبر فرماتے۔

شکار کا شوق

شکار کا بچپن سے شوق رہا، رمضان شریف میں گرمیوں کے دن میں بھی بندوق لے کر گھوڑے پر شکار کے لیے نکل جاتے۔ گھوڑے کی سواری باقاعدہ سیکھی تھی، بڑھاپے میں جسم بھاری ہونے کے سبب دو سال قبل گھوڑے کی سواری ترک کردی تھی۔ موٹر چلانے میں بھی مہارت حاصل کی تھی، اچھے اچھے ڈرائیوروں کو اس کا اعتراف تھا۔

بلوغ

فرمایا کہ میں تیرہ ہی سال میں بالغ ہوگیا تھا اور شجاعت اور جرأتِ گفتار کا یہ عالم تھا کہ بے خوف بڑے بڑے سخت مزاج انگریز حکام کے پاس پہنچ کر اپنا نفس مطلب بیان فرمادیتے تھے، ۱۳؍ سال ہی کی عمر میں بڑے سخت قسم کے کلکٹر سے رائفل کا لائسنس حاصل کرلیا تھا، طالب

علمی کازمانہ تھا، اپنے پرنسپل کو اپنی ذہانت سے لاجواب کر کے اس سے سفارش لکھوائی تھی۔

نکاح

۲۶/ فروری ۱۹۳۸ء کو جناب تصدق احمد خان شیر وانی صاحب بیرسٹر کی صاحبزادی سے بڑی شان و شوکت سے شادی ہوگئی۔ یہ دولہن خانم اب بھی بحیات ہیں۔ ماشاء اللہ اہل اللہ کا احترام اور ان سے عقیدت رکھنے میں حضرت شیر وانی رحمۃ اللہ علیہ سے کم نہیں۔ اب بھی گاہ گاہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہر دوئی دامت برکاتہم کی خدمت میں حاضری دیا کرتی ہیں، اسی طرح اِلٰہ آباد جب اپنے بھائی جناب مصطفیٰ رَشید شیر وانی صاحب کے یہاں جاتی ہیں تو حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی دامت برکاتہم کے گھر پر بھی حاضری دیتی ہیں۔ مرشدنا حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ شفقت سے ان کو ہماری مجذوبہ فرمایا کرتے تھے ؎

یاد ایامے کہ در مے خانہ منزل داشتم
جام مے برکف وجاناں در مقابل داشتم

حضرت شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی یاد سے اس وقت ہوک نکل گئی اور شعر مذکور یاد آیا ؎

اُڑ گئی سونے کی چڑیا رہ گیا پر ہاتھ میں

اللہ تعالیٰ حضرت اقدس کی روح مبارک کو کروٹ کروٹ اپنے قرب و رحمت اور رضا کی بارش سے رَاحت عطا فرمائیں اور ہم سب کو ان کی معیت عالمِ برزخ میں محشر میں اور جنت میں عطا فرمائیں، آمین۔

یہ رسالہ بھی جناب دولہن صاحبہ کی فرمائش پر لکھا جارہا ہے۔ انہوں نے حضرتِ اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہر دوئی دامت برکاتہم سے درخواست کی تھی، لیکن حضرت والا نے ان سے فرمایا کہ یہ کام حکیم محمد اختر سلّمہٗ سے لیا جاوے۔

دینی رجحانات

حضرت شیر وانی رحمۃ اللہ علیہ طالب علمی کے زمانے میں آزاد طبع تھے، لیکن جب حق تعالیٰ کسی کو اپنی محبت کی دولت عطا فرماتے ہیں تو ویسا ہی دل بھی بنادیتے ہیں ؎

محبت کے لیے کچھ خاص دل مخصوص ہوئے ہیں
یہ وہ نغمہ ہے جو ہر ساز پہ چھیڑا نہیں جاتا

والدین کی بہتر تربیت کی بدولت نماز تو اوائلِ عمری سے ہی پڑھتے تھے، لیکن اسی درمیان حضرت مولانا عبد الجلیل صاحب شیر وانی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے، ان کی صحبت اور دعا کی بدولت ان کو اپنی اصلاح کی فکر ہوئی اور لکھنؤ میں حضرت حاجی حق داد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مجاز بیعت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) سے بیعت ہو گئے، اسی وقت سے کایا پلٹ گئی ؎

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

(اکبر الٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ)

بس سوٹ بوٹ وغیرہ تقسیم کر دیے اور سادہ لباس اختیار فرمالیا اور دیکھتے ہی دیکھتے سلفِ صالحین کی وضع قطع میں نظر آنے لگے، کچھ عرصہ تک شیر وانی کا استعمال رکھا، اس کے بعد اسے بھی خیر باد کہہ دیا ؎

نہ میں دیوانہ ہوں اصغؔر نہ مجھ کو ذوقِ عریانی
کوئی کھینچے لیے جاتا ہے خود جیب و گریباں کو
ہمہ تن ہستی خوابیدہ میری جاگ اُٹھی
ہر بن مو سے مرے اس نے پکارا مجھ کو

(اصغرؔ)

کھینچی جو ایک آہ تو زنداں نہ رہا
مارا جو ایک ہاتھ گریباں نہ رہا

(حضرت مجذوب رحمۃ اللہ علیہ)

کچھ عرصہ تک جب اولاد نہیں ہوئی تو والد صاحب کو توجہ ہوئی کہ دوسری شادی کر دی جائے معاملۂ نکاح بھی طے ہو گیا، وقت بھی مقرر ہو گیا، لیکن ایک ہفتہ تک استخارہ کرنے کے بعد نتیجہ نفی میں نکلا۔ ادھر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات اور مواعظ کا مطالعہ کرنے

کے بعد بالکل فیصلہ نفی کا کرلیا، حالاں کہ دولہن خانم نے اجازت بھی دے دی، لیکن پھر بھی دوسری شادی نہ کی۔ دولہن خانم کا بہت خیال فرماتے تھے۔ ملازمین سے فرمارکھا تھا کہ ایک بار چاہے میرا حکم نہ مانو، لیکن دولہن خانم کا حکم کبھی نہ ٹالا کرو اور یہ ہدایت بہت تاکید اور شدت سے تھی۔ شیر وانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اہلیہ کی بہت ناز برداری کی ہے، یہی وجہ ہے کہ آج دولہن خانم یاد کرکے بے تاب ہوجاتی ہیں، مگر حق تعالیٰ کی مرضی پر دل و جان سے راضی ہیں۔ شیر وانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہماری بیوی مجذوبہ ہے۔

طعام کا سادہ نظام

بیعت ہونے کے بعد ہی کھانے پینے کے لیے میز کرسی ہٹاکر نشست کے لیے زمین پر فرش کرالیا تھا اور بلاتکلّف اسی فرش پر آرام فرماتے۔ وہیں دستر خوان لگواکر کھاتے اور فرمایا کرتے اس میں بڑی راحت محسوس ہوئی، حتیٰ کہ حکامِ دنیا جب مہمان ہوتے تو ان کے لیے تخت لگواتے اور تخت کے قریب کرسیاں لگواتے پھر خود اپنے احباب کے ساتھ تخت نشین ہوکر تخت پر ہی کھانا تناول فرماتے اور حکام دنیا کرسی پر کھاتے اور ان کا دستر خوان بھی تخت ہی پر اپنے ساتھ رکھتے، اس طرح ان کے مذاق کی رعایت بھی رکھتے اور اپنے مذاق کی بھی رعایت باقی رکھتے۔ البتہ بعض حکام ان کی رعایت سے فرش پر ہی کھانا کھاتے۔ ضلع کے حکام آپ کا احترام کرتے۔ اکثر حصہ فرش پر دن گزارتے، صرف رات میں چارپائی پر آرام فرماتے۔

تلاوت کلام اللہ کا اہتمام

کلام اللہ کی تلاوت کثرت سے کیا کرتے تھے، بالخصوص اعتکاف کے زمانے میں اس قدر کثرت سے تلاوت کرتے تھے کہ پورا کلام اللہ مثل حفظ ہوگیا تھا، چناں چہ تراویح میں حافظ صاحب کو اگر متشابہ لگتا تو شیر وانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بے تکلف بتادیتے۔ تا آخرِ حیات ہمیشہ ماہِ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ ان دنوں میں اندازہ یہ تھا کہ ڈیڑھ یوم میں پورا کلام اللہ ختم کرلیا کرتے تھے۔ افطاری مسجد کے اندر بڑی مقدار میں آتی تھی اور روزہ داروں کے گھروں پر بھی افطاری پہنچانے کا معمول تھا۔ ہمیشہ دستر خوان پر دس بارہ آدمی ہوا کرتے تھے۔ باورچی خانے کا خرچ دو ہزار روپیہ ماہانہ کا تھا۔ مہمانوں کی آمد ورفت

کا اچھا خاصہ سلسلہ رہتا تھا۔ ریاست کے باوجود آپ نے اپنی ذہانت اور فہمِ سلیم سے تمام خاندانی مقدمات سابقہ ختم کر دیے اور یہ شعر پڑھا کرتے۔

آسایش دو گیتی تفسیر ایں دو حرف ست

با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا

اجازتِ بیعت

حضرت حاجی حق داد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد حضرت حافظ عبد الولی صاحب مدظلہ ٗ سے اصلاحی تعلق رکھا، حضرت حافظ صاحب مدظلہ ٗ کے ساتھ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری ہونے لگی، بالآخر ایک دن حضرت حافظ صاحب مدظلہ ٗ نے یہ تمنّا ظاہر فرمائی کہ شیر وانی صاحب کے حالات بفضلہٖ تعالیٰ ایسے ہیں کہ دل چاہتا ہے ان کو اجازت دے دی جائے۔ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دل تو ہمارا بھی چاہتا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اجی ہم نے اجازت دے دی، اس روز سے مجازِ بیعت بھی ہو گئے۔

صدقہ و خیرات

زکوٰۃ کی رقم ہر دوئی بھیجنے کا معمول تھا، کیوں کہ حضرت والا ہر دوئی دامت برکاتہم کے نظامِ تعلیم اور اصولِ دعوۃ الحق سے نہایت والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔ مزید خیر و خیرات کا بہت معمول تھا، غریبوں یتیموں کی مستقل پرورش کا اہتمام تھا۔

بزرگوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت

حضرت حافظ عبد الولی صاحب کی بھی شیر وانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑی خدمت کیا کرتے تھے۔ بزرگوں کی دعائیں خوب لیتے تھے اور بزرگوں کا بہت ادب و احترام کرتے تھے۔ بیماروں کی عیادت کا اس قدر خیال کرتے تھے کہ اپنے ملازمین اور متعلقین کے بیماروں کو اپنا مریض سمجھتے تھے۔ اپنے خادمِ خاص کو جب حرارت کے سبب بدن میں درد تھا تو اس کے بدن کو دیر تک دباتے رہے۔ جب کسی خادم کو ڈانٹتے تو ٹیپ کر لیتے، بعد میں سنتے کہ کوئی لفظ غصے میں نامناسب تو نہیں نکل گیا۔ اگر ملازمین سے کوئی غلطی ہو جاتی اور وہ عذر خواہی کرتا، فوراً معاف

کر دیتے اور ملازمین کے ساتھ اس طرح تواضع سے رہتے کہ غیر آدمی باہر سے آیا ہوا یہ نہیں سمجھ سکتا تھا کہ مالک کون ہے۔ بڑے درجے کے ملازمین کے ساتھ اور بھی اکرام اور احترام کا معاملہ کیا کرتے تھے، ان کے غم کو اپنا غم سمجھتے تھے، بعض وقت اپنے ہاتھوں سے ان کی تیمارداری خود کرتے۔ کبھی آپ کے دشمن اگر کسی بے عنوانی سے جیل میں جاتے تو ان کے گھر والوں کی خوب خدمت کرتے، بعض احباب اعتراض کرتے، تو فرماتے بیوی، بچوں نے کیا قصور کیا ہے۔ غریبوں کے بہت سے بچوں کے لیے حفظِ قرآن کی تعلیم کے تمام مصارف کے کفیل رہے۔ حفاظ بچوں کا نام نہ لیتے۔ حافظ صاحب کہہ کر پکارتے اور سیّدوں کا بھی بہت ادب و احترام کرتے۔

دین کی اشاعت اور اجازتِ وعظ

اپنے نواح میں دین کی اشاعت کے لیے علمائے کرام کو لاتے رہے اور ان کے ساتھ ساتھ ان کے خادم و غلام بن کر رہتے، اسی وجہ سے اکابر حضرات آپ کی درخواست کو فوراً قبول فرمالیتے۔ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے شیر وانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ حضرت! میں آپ سے بہت بے تکلف رہتا ہوں۔ فرمایا کہ یہ ہم سے عینِ مناسبت کی وجہ ہے۔ اجی! ہم نے تم کو اپنی اولاد میں شامل کر لیا اور آپ وعظ بھی کہا کریں۔ عرض کیا: میں تو جاہل ہوں۔ فرمایا: نہیں میں تمہیں اِجازت دیتا ہوں "اُس روز سے اُلٹا سیدھا کہہ لیتا ہوں" یہ تواضع سے فرمایا، ورنہ بہت خاصی تقریر کر لیتے تھے۔

مسجد کی خدمات

حضرت شیر وانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسجد کے فرش کے لیے متمنی تھے کہ سنگ مرمر کا بنواؤں گا تاکہ گرمی سے پاؤں نہ جلیں، مگر یہ ارادہ دل ہی میں رہ گیا، اللہ تعالیٰ ان کے ورثا کو توفیق بخشیں، آمین۔ سردیوں کے زمانے میں دو فرش (دریاں) مسجد کے لیے روئی کے بنوائے تھے تاکہ نمازیوں کو سردی نہ لگے، اب تک یہ فرش موجود ہے، ان سے نمازیوں کو بڑی راحت ملتی ہے۔

حاضر جوابی

ایک نیچری نے شیر وانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ داڑھی کیسے واجب ہو سکتی ہے جبکہ بچہ بے داڑھی کے پیدا ہوتا ہے؟ فرمایا کہ بچے کے تو اس وقت دانت بھی نہیں ہوتے تو دانت بھی

تڑوالیجیے۔ وہ محوِ حیرت ہو گیا۔ یہ جواب موصوف نے اپنے اکابر کے ملفوظات سے حاصل کیا تھا۔

قربانی کا اہتمام

قربانی کے زمانے میں چار بکرے منگوا کر پالتے تھے، جو سب سے عمدہ ہوتا تھا اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے کرتے۔ اُمہات المؤمنین، خلفائے راشدین، اہلِ بیت عظام رضی اللہ عنہم اور ائمۂ مجتہدین رحمہم اللہ کے نام سے، اسی طرح بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام سے بھی قربانی کرتے۔ اپنے مشائخ کی طرف سے بھی دل کھول کر قربانی کرتے۔

مقامِ صبر و تحمل

آپ صبر کے پہاڑ تھے، بڑی سے بڑی مصیبت بھی آپ کو بدحواس نہ کرتی، نہایت اطمینان اور خوش اسلوبی سے اس کا دفاع کرتے۔ اسی طرح ملازمین کی بد دماغی اور بد عقلی پر بھی آپ صبر و تحمل فرماتے۔ ایک صاحب کے لیے تو قسم کھا کر فرمایا کہ ۳۵؍ سال کی مدت میں آج تک مناسبت نہیں ہو سکی۔ بس غنیمت سمجھتا ہوں، شاید کہ پھر ایسا آدمی بھی نہ ملے۔

سلیقہ و انتظام

فرمایا کرتے تھے کہ ہم کو سلیقہ نہ تھا، کالج سے آتا، کتابیں کہیں، کپڑے کہیں ڈال دیتا تھا، بعد کو ملازمین درست کرتے تھے۔ اب بزرگوں کی صحبت کے فیض سے یہ حالت ہے کہ کوئی شے بے قاعدہ رکھی ہوئی نظر آتی ہے تو طبیعت پریشان ہو جاتی ہے۔ بزرگوں سے تعلق کے بعد سے اب کوئی چیز بے کار اور ضایع کرنے کی ہمت نہیں ہوتی، حتیٰ کہ ڈاک کے لفافے پلٹ کر کام میں لاتا ہوں۔ خط میں سادہ کاغذ اگر ہوتا ہے تو اس کو کاٹ کر کام میں لاتا ہوں۔

کلائی گھڑی کی اِصلاح

فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا ہردوئی صاحب تشریف لائے، احقر کی کلائی پر کلائی گھڑی بندھی تھی، ارشاد فرمایا کہ سلفِ صالحین کا معمول ہاتھ پر گھڑی باندھنے کا نہ تھا، آپ خالی رئیس ہی نہیں بلکہ رئیس الدین بھی ہیں۔ اسی وقت گھڑی کھول کر جیب میں رکھ لی۔ کسی بات پر تاویل نہ فرماتے، فوراً عمل فرمالیتے پھر ہمیشہ جیبی گھڑی رکھتے تھے۔

بستر ولحاف

فرمایا کہ بستر و لحاف کا سلیقہ اپنی اہلیہ سے سیکھا، ورنہ گھونسلہ سا بنا ہوا چھوڑ کر بستر سے اُٹھ جاتا تھا، اب قاعدے سے تہہ کر کے پھر جاتا ہوں۔

صاحبِ خدمت ہونے کا گمان

بعض اہلِ صلاح کا گمان تھا کہ شیر وانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے علاقے کے صاحب خدمت بھی تھے، ان کے انتقال کے بعد ہی جرائم زیادہ ہونے لگے تھے اور اس علاقے کی رونق ختم ہوگئی اور بے برکتی پائی جانے لگی۔

معمولات

سردیوں میں تین بجے، گرمیوں میں چار بجے حویلی سے باہر تشریف لاتے، ضروریات سے فارِغ ہو کر تلاوت واذکار و نوافل میں فجر تک مشغول رہتے، فجر کی نماز پڑھ کر سورج نکلنے تک مسجد میں قیام فرماتے اور اشراق پڑھ کر پھر مہمان خانے میں آتے اور احباب کے ساتھ ناشتہ کرتے پھر دوپہر تک ڈاک کے جوابات، احباب سے دینی مذاکرہ وغیرہ فرماتے، دوپہر کا کھانا تناول فرما کر ظہر تک حویلی کے اندر آرام (قیلولہ) فرماتے، بعد نماز ظہر چائے، پھر عصر کی نماز کے بعد کچھ وقت حویلی میں گزارتے پھر گھوڑے پر بیٹھ کر برہرہ حضرت قاری سعید احمد صاحب مدظلہ کے یہاں نماز مغرب ادا فرماتے، پھر عشاء ڈھولنہ میں ادا کرتے اور کھانا کھا کر حویلی تشریف لے جاتے۔ حضرت قاری سعید احمد صاحب مدظلہ سے فن تجوید و قرأت کی خوب اچھی مشق کر لی تھی۔ اسی وجہ سے شیر وانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت اچھی طرح امامت کے فرائض انجام دے لیا کرتے تھے۔ مجھ سے (یعنی مولوی مزمل حسین صاحب سے) فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں جہاد میں شہید ہو جاؤں، تو میری بغل میں خاص نشانات ہیں ان سے پہچان لینا۔

خشیّت اور رقّت

تنہائی میں اور اعتکاف کے زمانے میں مسجد میں بہت آہ و بکا کیا کرتے تھے، اس طرح دعا میں روتے تھے کہ بچہ بھی اس شان سے رو نہیں سکتا۔

مستجاب الدعوات

آپ مستجاب الدعوات بھی تھے۔ بعض احباب اپنی حاجات کے لیے آیا کرتے تھے اور دعا کی درخواست کیا کرتے تھے، آپ کو اس بات سے بہت صدمہ ہوتا تھا کہ جب مقصد پورا ہو جاتا تھا تو خبر بھی نہ کرتے۔ تو مجھ سے (مولوی مزمل حسین سے) فرمایا کرتے: دیکھا یہ حال ہے کہ پھر خبر تک نہ دی۔ یہاں تک کہ جب کسی پریشانی میں پھر پھنستے تو پھر منہ دکھاتے۔

انتقال سے ایک سال قبل

فرمایا کہ مولوی صاحب (یہ خطاب مولوی مزمل حسن سے تھا) پیمانہ لبریز ہو چکا ہے صرف چھلکنے کی دیر ہے، حالاں کہ بظاہر علالت کی کوئی علامت نہ تھی۔

ایک حقیقت

مولوی مزمل حسن صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیر وانی صاحب کو بہت کم لوگوں نے پہچانا اور جنہوں نے کچھ پہچانا انہوں نے بھی غفلت ولا پروائی کے باعث کچھ حاصل نہ کیا۔ بعض محض دنیا کے سبب تعلق رکھتے تھے اور یوں ہی خالی رہے، اب سب پچھتاتے ہیں۔

خاص وصیت

فرمایا کہ مولوی مزمل حسن صاحب اگر میں باہر جاؤں تو جہاں بھی میرا انتقال ہو جائے وہیں دفن کر دینا۔ میرا جنازہ ڈھولنہ ہرگز مت لانا۔ کوئی کام خلافِ شرع ہرگز نہ ہونے دینا۔ سنت کے موافق کفن دینا اور موٹے کپڑے کا دینا، کیوں کہ لوگ موٹے کپڑے کے کفن کو حقیر سمجھتے ہیں۔

حالاتِ مرض الموت

مولوی مزمل حسن صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ۲۱ر فروری ۱۹۷۳ء کو فرمایا کہ رساول اتنی پکواؤ کہ یہاں بھی خوب کھائی جائے اور ایٹہ آٹھ نو جگہ بھیجی جاوے۔ آپ رساول لے کر ایٹہ پہنچے، واپسی پر نہر کی پڑی سے موٹر لائے، کسی مقام پر آگے ٹریکٹر مل گیا، اس سے بچنے کی گنجایش نہ تھی، تمام تدابیر کے باوجود گرد و غبار دماغ کو پہنچا، گھر آکر وہی رساول کھایا اور قیلولہ

کیا، سو کر اُٹھے تو نزلہ موجود تھا۔ گاؤزبان استعمال کیا، رات کو شدید بخار ہو گیا، دوا یونانی دی گئی، بخار صبح کو بالکل نہ تھا مگر کمزوری بہت ہو گئی، کمزوری کسی طرح دور نہ ہوئی، ۱۱/ مارچ کو اس نیت سے آگرہ کا سفر فرمایا کہ وہاں جانچ کرا کے مرض کی تشخیص ہو جاوے۔ اہلیہ اور ملازم ساتھ تھے، جانچ کرانے کے بعد اِلٰہ آباد جیپ سے سفر کرنا اہلیہ نے پسند نہ کیا اور ریل کے سفر کا تحمل نہ تھا، اس لیے ۱۴/ مارچ کو ڈھولنہ پھر واپس تشریف لائے، ۱۷/ مارچ سے حرارت شروع ہو گئی، ۱۹/ مارچ کو بخار تیز ہو گیا۔ ۲۰/ مارچ کو حالت بگڑ گئی، اہلیہ صاحبہ گھبرا کر رونے لگیں کہ ڈاکٹر نے کیا کر دیا، بہر حال ایک کمپونڈر وہاں ہوشیار تھا، اس نے فوراً یکے بعد دیگرے انجیکشن لگائے، آپ سنبھل کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ بالکل ٹھیک ہوں، یہ کمزوری کے سبب مجھے ایسا ہو گیا تھا۔ اہلیہ صاحبہ کو حویلی بھیج دیا پھر فرمایا کہ الحمد للہ! میں بالکل تیار بیٹھا ہوں، مگر معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگوں کی دعائیں نہیں جانے دیں گی۔ رات ۱۱/ بجے تک احقر مزمل حسن ان کے پاس بیٹھا رہا، صبح کو ایک عریضہ مولوی محمد حسن کٹھوری کو لکھا یا، مضمون بہت دقیق تھا۔

خواب میں غیبی آواز

وفات سے تین سال قبل ایک رات غیبی آواز آئی کہ دنیا سے دل لگانا چھوڑ دے، تیرا وقت قریب آگیا ہے۔ کچھ دن کے بعد پھر خواب دیکھا کہ تین بزرگ ہیں، ایک بزرگ نے کہا کہ یہ تو زندہ ہیں، ان کا تو وقت آگیا تھا۔ دو بزرگوں نے فرمایا کہ ان کی اہلیہ کی دعا سے ان کو مہلت مل گئی ہے پھر تین سال حیات رہے۔

۲۰/ مارچ کو یہ طے پا گیا کہ نگریا چل کر قیام کیا جاوے، وہاں فیکٹری کا ڈاکٹر ہر وقت موجود رہے گا۔ ۲۱/ مارچ کو نگریا تشریف لے گئے، دہلی انسٹی ٹیوٹ ہاسپٹل میں خون کا جانچ ہوا تو خون میں بہت شدید قسم کا کینسر نکلا جس کی کوئی دوا نہ تھی۔ کوشش ڈاکٹروں نے بہت کی، خون بھی چڑھایا، مگر مرضِ عشق بگڑتا گیا جوں جوں دوا کی۔ ۲۵/ مارچ کو اپنے مخلص احمد رشید صاحب سے فرمایا کہ تم میرے لیے قطب صاحب کے احاطے میں جگہ خرید لو اور نظام الدین میں تبلیغی جماعت کے امیر حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی سے عرض کرنا کہ وہ میرے جنازے کی نماز پڑھا دیں گے۔

۲۶؍ مارچ کو پھر وصیت کی کہ میرا جنازہ ہرگز ڈھولنہ نہ لے جائیں، جو کپڑے ۲۴؍ اور ۲۶؍ مارچ کو پہنے تھے انہیں اتار دیے اور معمولی کرتا پہن لیا۔ اسی حالت میں فرمایا کہ چھوٹی لڑکی نعیمہ آرہی ہے، راستہ بھول گئی ہے، کوئی جا کر لے آوے۔ تھوڑی دیر میں نعیمہ کو کوئی خادم لے آیا۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ واقعی راستہ بھول گئی تھی۔ (غالباً شیر وانی صاحب کو یہ کشف سے علم ہوا تھا) آخر وقت تک کوئی نماز ترک نہیں کی، حتیٰ کہ نماز تہجد بھی ادا کرتے رہے، ذکر اللہ کرتے کرتے خاموشی طاری ہوئی، تو جناب احمد اللہ خان صاحب گھبرا گئے، زور زور سے اللہ اللہ کہنا شروع کیا۔ آنکھیں کھول کر فرمایا کہ یہ ہمارے خاموش رہنے کا وقت ہے، اس کے بعد ٹھیک دس بجے دن اس دنیائے فانی سے ہمیشہ کے لیے رحلت فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

پھر شیر وانی کوٹھی کی طرف جناب مصطفیٰ رشید شیر وانی، احمد اللہ خاں صاحب، احمد رشید صاحب وغیرہ میت کو لے کر چلے۔ جناب احمد رشید صاحب اور احمد اللہ خاں قطب صاحب کے سجادہ نشین سے ملے، عرض کیا کہ ہمارے عزیز کی خواہش تھی کہ یہاں دفن ہوں، فوراً فرمایا کہ جگہ ہے، میں قبر تیار کراتا ہوں، آپ جنازہ لائیے، میت کو تجہیز و تکفین کے بعد جب نظام الدین (تبلیغی مرکز) لائے تو حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی (امیر تبلیغی جماعت) فوراً کھڑے ہوگئے، صفیں سیدھی کرائیں اور طلباء کو بھی بلوایا اور نماز جنازہ پڑھا کر جنازہ کو بھی کندھا دیا اور پھر حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی پائینتی مدفون ہوئے، علی گڑھ کے کافی احباب شریک ہوگئے۔ قطب صاحب سے احباب عصر کی نماز پڑھ کر رخصت ہوئے۔ اس وقت یہ محسوس ہوا کہ بہت بیش قیمت جوہر ہم سے گم ہوگیا، ہر شخص پر اندھیرا طاری تھا، خصوصاً اہلیہ صاحبہ پر تو یہ غم مثل پہاڑ کے شدید تھا اور اب تک ان کی یاد میں آہ نکل جاتی ہے۔ تعزیت کے لیے بڑے بڑے حکامِ ضلع بھی آئے اور ان لوگوں نے کہا کہ یہ گھر ہی نہیں خالی ہوا، بلکہ پورا علاقہ خالی ہوگیا، ان کی موجودگی سے ہم لوگ بڑے مطمئن تھے۔

مبشراتِ منامیہ

کچھ کرامتیں اور بشارتیں جو مولوی مزمل حسن صاحب نے ڈھولنہ سے احقر کو ارقام فرمائیں:

۱) اہلیہ شیر وانی صاحبہ فرماتی ہیں کہ حضرت شیر وانی رحمۃ اللہ علیہ جب عالمِ نزع میں تھے، تو میرے قلب کی بے چینی ہر لمحہ بڑھتی جارہی تھی اور کئی دن سے نیند بالکل غائب تھی، دل چاہتا تھا کہ مجھے پانچ منٹ کے لیے غنودگی آجائے تو میری تھکن دور ہو جائے، چناں چہ بفضلہٖ تعالیٰ پانچ منٹ کے لیے مجھ پر غنودگی طاری ہوگئی، اسی حالت میں دیکھا کہ میرے جسم پر آپ نے ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ کیوں گھبراتی ہو؟ بس اتنا سنتے ہی آنکھ کھل گئی، قلب کی بے چینی دور ہوگئی، یہ بھی رخصت ہوتے وقت کی کرامت تھی۔

۲) آخری وقت چھوٹی لڑکی لکھنؤ سے روانہ ہو کر ہسپتال پہنچنے والی تھی۔ اچانک فرمایا: نعیمہ آرہی ہے، راستہ بھول گئی ہے۔ خادم جاکر اس کو لائے۔ خادم نے خیال کیا کہ مرض کی غفلت کی وجہ سے اس طرح فرمارہے ہیں، اس نے کوئی پروانہ کی پھر فرمایا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں؟ نعیمہ کو لاؤ، وہ آرہی ہے، راستہ بھول گئی ہے۔ خادم گیا اور لے کر آیا، معلوم کرنے پر پتا چلا کہ واقعی راستہ بھول گئی تھی۔ (حضرت شیر وانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کشف سے حق تعالیٰ نے مطلع فرمادیا۔)

۳) ڈھولنہ میں ایک صاحب نے خواب میں دیکھا کہ شیر وانی صاحب تشریف لائے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ میرے جانے کے بعد ڈھولنہ میں مقدمات اور فسادات شروع ہوگئے۔

۴) ایک صاحب نے خواب دیکھا کہ حضرت شیر وانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے، میں نے کہا کہ آپ یہاں چلے آئے اور ہم کو وہاں چھوڑ آئے، آپ کا مکان کہاں ہے؟ فرمایا میرا مکان اُوپر ہے۔ میں نے کہا: مجھے بھی تو دکھائیے، کیسا ہے؟ جاکر دیکھا تو نہایت شان دار بہت خوبصورت مکان ہے، وہاں سے لوٹ کر میں نے کہا کہ میں اپنے گھر کو بھی تو جاکر دیکھوں کیا ہو رہا ہے، دیکھا تو نہ معلوم کیا ٹوٹ گیا۔

۵) احقر کی لڑکی نے خواب دیکھا (صاحبزادی مولوی مزمل حسن) کہ حضرت شیر وانی رحمۃ اللہ علیہ جیپ پر تشریف لائے۔ حضرت ناظم صاحب مدظلہٗ اور بہت سے علماء بھی ساتھ ہیں، ایک عجیب رونق ہے۔ میرے ابّا کو حضرت شیر وانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بلایا، ابّا باہر چلے گئے۔

۶) احقر مزمل حسن نے خواب دیکھا کہ ایک کچا راستہ ہے جس پر احقر سفر کر رہا ہے، راستے میں ایک مسجد لب سڑک ملی، وہاں خیال ہوا کہ پرانی مسجد ہے، بہت عمدہ بنی ہوئی ہے، اندر سے

دیکھنا چاہیے، اندر گیا تو دروازے پر دو شخص ملے، کچھ دھیمی سی روشنی ہو رہی ہے، جگہ جگہ لوگ شیر وانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تلاش کرنے میں کوشاں ہیں، کیوں کہ سب کو یہ یقین ہو رہا تھا کہ اسی جگہ شیر وانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ موجود ہیں۔ میں نے کچھ آگے جانا چاہا، ان دونوں حضرات نے مجھے آگے جانے سے روک دیا کہ ان لوگوں کے پاس نہ جاؤ، یہ لوگ ذکر میں مشغول ہیں، غالباً یہ بھی کہا کہ یہ لوگ شہدا ہیں۔ بہر حال باہر آنے کے بعد کچھ قبریں نظر آئیں تو ان میں شیر وانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر شناخت کرلی گئی، اب مجھے اندازہ ہوا کہ یہ مقام قطب صاحب دہلی کا احاطہ ہے، کوئی بتلانے والا نہیں ملا خود ہی ہر قبر کو تلاش کیا یہاں پر جو تازہ قبر تھی اس سے پتا چلا کہ یہ شیر وانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہے پھر اسی مسجد سے واپس ہو رہا تھا کہ آنکھ کھل گئی، طبیعت میں عجیب فرحت محسوس ہو رہی تھی۔

۷) احقر مزمل حسن نے خواب میں دیکھا کہ ایک چھوٹا سا کھٹولہ ہے، اس پر گرمی کی وجہ سے کپڑے نہیں پہنے ہوئے ہیں۔ احقر کو چمٹ کر بہت روئے، میں بھی بہت رویا، پھر میری تسلی اور تشفی فرما کر چل دیے۔ آنکھ کھل گئی تو دیکھا کہ میں رو رہا ہوں۔

۸) ایک مرتبہ جناب مصطفیٰ رشید صاحب شیر وانی نے خواب دیکھا کہ حضرت حبیب الحسن خان صاحب شیر وانی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہیں، خواب میں یہ بھی سمجھ رہا ہوں کہ دنیا سے تشریف لے جا چکے ہیں۔ میں نے کہا: بھائی! خوب آئے، ملاقات ہو گئی۔ پھر میرے کندھے پر دونوں پاؤں رکھ کر کھڑے ہو گئے۔ تہبند بندھا ہوا تھا، میں نے تہبند ذرا سا ہٹا کر دیکھا تو پنڈلیاں نہایت سفید مثل آئینہ تھیں، میں بڑی حیرت سے دیکھتا رہا، اس کے بعد چہرہ دیکھا تو نہایت خوبصورت تھا، لیکن داڑھی بالکل نہ تھی۔ میں نے کہا: کیا وہاں جا کر داڑھی بھی صاف کرا دی؟ اور میں نے کچھ علمی بحث چھیڑ دی، موصوف برابر جواب دیتے رہے، جب کوئی بات ختم ہوتی میں پھر دوسری بات چھیڑ دیتا تاکہ یہ ہمارے پاس اس بہانے سے رکے رہیں اور زیادہ سے زیادہ بات کرنے کا موقع رہے، چناں چہ پھر ایک دم اُٹھ کر چل دیے، میں نے کہا: ابھی نہ جائیے، فرمایا: اب حکم نہیں ہے اور تشریف لے گئے۔

تعبیر

۱) حدیث پاک میں ہے کہ جنت میں اہلِ جنت کے چہروں پر داڑھیاں نہ ہوں گی، مثل حسین امرد ہوں گے۔ پس یہ خواب حضرت شیر وانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جنتی ہونے کی نہایت

واضح بشارت ہے۔ کراچی میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی خواب میں ایک شخص نے دیکھا کہ شیخ بے داڑھی کے ہیں۔ مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری (سابق اُستاذ حدیث جامعہ دار العلوم کراچی وارد حال مدینہ شریف) نے یہی تعبیر فرمائی کہ یہ حضرت شیخ کے جنتی ہونے کی بشارت ہے۔

انتباہ

اس سے داڑھی منڈانے والوں کو سبق لینا چاہیے کہ چند دن دنیائے فانی میں حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء و صلحائے اُمت رحمہم اللہ جیسی صورت بنالیں پھر وطن اصلی میں ہمیشہ کے لیے یہ لطف حاصل ہو جاوے گا اور وہاں نکلے ہی گی نہیں، لہٰذا آہنی بلیڈ سے نازک گالوں کو وہاں تکلیف دینے کی ضرورت بھی پیش نہ آئے گی۔ داڑھی ایک مشت رکھنے پر ائمۂ اربعہ کا اجماع ہے اور داڑھی اسی طرح واجب ہے جس طرح وتر کی نماز واجب ہے اس کا منڈانا اور کترانا حرام ہے (دیکھیے: بہشتی زیور، حصہ: ۱۱، بالوں کے احکام)

۲) دوسری تعبیر یہ ہے کہ حضرت شیر وانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جناب مصطفیٰ رشید خان صاحب کے کندھوں پر کھڑے تھے، یہ بشارت ہے جناب مصطفیٰ رشید شیر وانی صاحب کے لیے کہ حضرت مرحوم کی باطنی دولت اور صالحیت ظاہری بھی کسی وقت موصوف میں منتقل ہو جائے۔ (بہ برکتِ صحبتِ اہل اللہ اور اتباعِ سنت)

۳) تیسری تعبیر کندھوں پر کھڑے ہونے کی یہ ہے کہ مرحوم کی تمام تر ذمہ داریاں خانگی اور دنیوی اب جناب مصطفیٰ رشید صاحب سنبھالیں گے۔ واللہ اعلم بالصواب

الحمد للہ کہ یہ کتاب (تحریر) مکمل ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ حضرت شیر وانی رحمۃ اللہ علیہ کی بے حساب مغفرت فرما کر جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں اور ان کی سر گزشت حیات دوسروں کے لیے باعثِ ہدایت بنائیں، آمین۔ اور اللہ تعالیٰ مولوی مزمل حسن صاحب کو بھی جزائے خیر عطا فرمائیں کہ جنھوں نے احقر کو شیر وانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ضروری حالات قلم بند کر کے ارسال فرمایائے۔ ان کی تحریر سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موصوف کو حضرت شیر وانی رحمۃ اللہ علیہ سے نہایت والہانہ تعلق تھا۔ یہ حصۂ دوم مولوی مزمل حسن صاحب کے ارسال کردہ حالات کے بغیر مکمل کرنا احقر کے لیے ممکن نہ تھا، اب دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب (تحریر) کو اپنی رحمت سے قبول و نافع فرمائیں، آمین۔

زیرِ نظر کتاب جناب حاجی محمد حبیب الحسن خان شیروانی رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ بابرکات کے چند اوراق پر مشتمل ہے۔ اس سوانح حیات کو یہ منفرد اعزاز حاصل ہے کہ یہ سوانح حضرت والا ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قلم مبارک سے تحریر کی گئی ہے۔ جناب شیروانی صاحب کو حضرت والا حکیم محمد اختر صاحب سے جو یارانہ تعلق تھا اس کا ذکر حضرت والا نے جا بجا اس سوانح میں فرمایا ہے۔

حدیث مبارکہ ہے کہ اللہ والے وہ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ یاد آئے۔ شیروانی صاحب بھی ایسے اللہ والے بزرگ تھے جن کا سراپا، جن کے اعمال، اقوال اور افعال خدا کی یاد دلاتے تھے۔ حضرت والا نے اس مختصر کتاب میں بھرپور انداز سے شیروانی صاحب کی عبادات، اخلاق، معاملات اور معاشرت کا ذکر فرمایا ہے جو شیروانی صاحب کی ولایت کے اعلیٰ مقام کا مظہر ہے۔

سوانح شیروانی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے اکابر کی حیات کا خلاصہ اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ یہ کتاب جہاں قارئین کو شیروانی صاحب کے اعلیٰ و ارفع نورانی اعمال اور معمولات سے آگاہ کرتی ہے وہیں ان اعمال کو اپنی زندگی کا حصہ بنانے کے لیے مشعلِ راہ ہدایت کا کام بھی دیتی ہے۔

www.khanqah.org